

ماہنامہ دیوبند



تاریخیوں میں ایک جڑاغ

ایڈیٹر۔ عاصم عثمانی (دشل یونہی)

۲۵ نومبر
دسمبر

سالانہ ۔ سات روزہ

دیہائی معاں

رسی اپنے نئے ناٹ کو بھال کر رکھا۔ فیروز اس سچی دلچسپی کو مامنی
مگانہ سے اور بھائی کو اپنے ملکی میرے ملک کے قدر بھال کر کریں ہیں تو ان
لئے تالی سری پر یہیں کام اور کامیاب انجامات کی جو کافی ہے۔ اس کا ساری طبقیں کامیں
زیل مال کو حضور پیغمبرؐ کے خدا کے انبیاء پر بدینہ بھال کر، صاری
جہاں خرگوش نہیں۔ اسی مذکورت اسی سوت اور اس کو دینہ بھال کر
اوپر اپنیں کوئی خاصی تباہی پڑھانے کے لئے نہیں۔ اس کا گلہ بھال کر
سونہ بھت سہ سبھر لے بیٹھانے والا ہے اور اس کو دینہ بھال کر کوئی خاصی
لمسہ پا رہے کے لئے حاکم پرستی کی بھائیوں کے ساتھ بھال کر دینے کا وہی
تکالیف نہیں۔ اسی بیان کرنے کے ساتھ بھال کر کوئی خاصی

حضرت احمد بن حنبل محدث سی و مجدد کے نسبت میں یعنی اولیٰ ارشاد
مذکور کے حوالہ میں اس کا اعمال میں اظہر جس سچی دلچسپی کے نتیجے میں اس کی دلیل
ہے۔ ایسا چہ ایسا کیک ایسے کو روشنی پانی میں نہیں کرنا کہ اسے سچی دلچسپی

بھادر
بھادر دُواخاں (وقت)
دُبی — کانپور — پٹنہ



بِرْمَمْ بِغَيْرِيْسِمْ
تُخَلِّبُ احْدَادِيْثَ سُونَّ
كَالْجَمِيعِ مَقِيدَ تَرْجِمَةَ
تَشْرِيْخَ كَمَا سَاتَهُ
سُوَارَدَ پَيْسَيْرَ

پڑھت کیا ہے؟ — نیا اضما فرشہ ایششن

پڑھت و مصیحت کے رویں عظیم کتاب جو قرآن حدیث اور علم و مطلق کے اٹل دلائی کے ذریعے صحیح ترین اسلامی حقائق کو واضح کرتی ہے۔ عرس و قوالی۔ تسبیح پیغمبر۔ الایسا۔ تما ایدھنا کے لئے ضربِ کلام۔ مجلد تین روپے۔

اُردو فارسی کشنزی

اُردو سے فارسی بخشے کے لئے ایک تحضر لیکن یہ مفید کشنزی صرف بارہ آنسے

لِطَالِفِ عَلَيْهِ

عظیم حدیث ابن الجوزی کی شہرۃ آفاق تالیف کتب الدین کا سلیس اُردو ترجمہ۔ اس نادر کتاب میں عقل و فراسۃ اور علم و ذکاء کو پچھپہ ترین لطائفِ حجع کے لئے ہیں مجلد پانچ روپے

تعزیزیہ علماء اسلام کی نظائر میں

ایک تحضر لیکن مفید و قیع کتاب۔ صرف چھٹے

مکتبہ تخلیٰ - دیوبند (بیو - پی)

بِلَاغُ الْمُبِينِ

حضرت شاہ دہلوی کی ایک بیش بہائی کتاب اُردو ترجمہ۔ جو بہوت کے روایت کے انباطات اور عقاید صحیح کی توجیح میں نہایت اعلیٰ ہے۔ مجلد چار روپے

دعوت حق

شعر کی زبان میں اس تاریخی حقیقت کی سرگزشت کر۔ دعوت حق آغازِ عالم سے آجکن کیں کن ہرا حل منازل سے ہو کر گذری۔ چار روپے

ضبیط و ادات
و تکیے، سستے پر بولانا ہفتی
محمد شفیع کے مدل فرمودات۔
پیر غیر خوشیدا احمد کے نکرانگر
اور دستاری مقدمہ کیا تھا۔
ڈیوبند روپیہ

القاموسُ الرَّجِيدُ

ایک شیع اثنان اُردو عربی
ڈیکشنری۔ بیشتر اُردو الفاظ کے عربی مترادفات کے علاوہ اس میں هزاری لامثال محادوتوں اور زبان کے سنتے
تغیرات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ حضوری مقامات پر تصاویر کے ذریعے
مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔ مفید، بیش قیمت اور جلیل القدر۔
جملہ سات روپے

جو اہر رسالت

قدم پر کام آئے
آئے والی احادیث
مع ترجمہ و تشریح۔
سوار روپیہ

بخاری اُردو مکمل (تین جلدیں ہیں) فیر خلید ۲۷ روپے۔ تینوں جلد اگلے جلد استائیں روپے۔

فہرست مضاہین مطابق ماہ اگسٹ ۱۹۷۲ء

۶	آغاز سخن	عامر عثمانی
۲۵	تقویم الحدیث	عامر عثمانی
۳۹	جگر لخت لخت	عامر عثمانی
۴۵	شرفاء کی زبان	عامر عثمانی
۳۷	تجھی کی ڈاک	عامر عثمانی
۵۱	مسجد سے میخانے شک	ال ابن العربی
۶۲	کیا ہم مسلمان ہیں	شمس نوید عثمانی
۶۶	بام الصحوت	ضیغم غلام زیری

ماہنامہ دیوبند



ہر انگریزی چینی کے ملکہ مفتی میں شائع ہوتا ہے
سالانہ قیمت سارے۔ فی پریم ۱۲ نئے پیسے
غیر حملک سے سالانہ قیمت ۸ اشلنگ شکن بوسٹل آرڈر
دپٹل آرڈر پر کچھ نہ لکھے بالکل سادہ لکھئے

اشد ضروری

اگر اس دائرے میں
سرخ لشان ہے تو
مجھے سمجھئے کہ اس پر چورپاپ کی خریداری ختم ہے۔ یا اس پر
سے سالانہ قیمت ٹھیکن یادی ہی کی اجازت دیں۔ اگر اس دہ
خریداری جاری نہ رکھنی ہو تو بھی اطلاع دیں خاموشی کی
صورت میں اگلے چورپاپ نے سے بھیجا جائے گا جسے دھول کرنا
آپ کا اخلاقی فرض ہے مگر وہی پی ساٹ روپے باسطھ
نئے پیسے کا ہو گا، میں آرڈر مکر آپ دی پی تھیج سے بھیجا گیں۔

پاکستانی حضرات

ہم اک پاکستانی پر چینہ بھی مکر رسید منی آرڈر اور اپنا
نام اور کمکشی پر ہمیں بھیجیں رسالہ جاری کر دیا جائے گا۔

ترسل نہ اور خط و کتابت کا پتہ



پاکستانی حضرات - مکتبہ عثمانیہ ۲۲۸ میانا بارہ

عامر عثمانی

دفتر تحریک دیوبند - ضلع سہار پنوج (بیو پی)، نہن دیوبند

عامر عثمانی پر چینہ بھیجئے۔ نیشنل بیشنگ پریس دیوبند سے چھپو، کہ اپنے دفتر تحریک دیوبند سے شائع کیا۔

اگر غلطات سے باز آیا جھاکی
تلائی کی بھی ظالم نے توکیا کی

آغازِ حسن

کی مشکلات، یہاں ان کے درجی و دنیاوی مفادات کے تحفظ اور بہانے کے تاریخی سائل سے انھوں نے کوئی بحث نہیں کی ہے بلکہ پورے جوش کے ساتھ پاکستان ہی کو محروم فٹکرو بنا لایا ہے اور تمام زور بولانا مودودی کی تحقیص و تغیر پر صرف کیا ہے ہم نہیں جانتے کہ ایک ایسے تاریک وقت میں جب خدا پڑے ملک میں ہیں زندگی اور رہوت کی لشکش کا سامنا ہو گئی شخص مولانا مودودی کی ذات پر تبرکوں کے اور اسلامی حکومت کے موضوع پر داد دلاغعت دے کر کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر مولانا صوصون کا مقصود اپنے تاریخ اداریوں سے حکومت وقت کوئی تاثر دینا تھا کہ اس سے قبل ہر کسی خبر میں جماعت اسلامی کی تابعیت و تحسین اور اسلامی نظام حکومت سے دلچسپی کے چواعاصر پائے جاتے ہیں، میں ان سے دستبردار ہو چکا ہوں تو یہ مقصود مولانا مودودی پرے دے کئے بغیر بھی حاصل کیا جاسکتا تھا۔ جو رُخ اور اسلوب ہوا تلتے اقتدار فرمایا ہے وہ ہماری نگاہ میں سوائے حضرت کے اور کسی ثمرے کا حاصل نہیں ہے۔ بنیوہ اُن توقعات کے مطابق بھی نہیں ہے جو ہم جیسے نیازمندان کی ذات والاصفات سے بجا طور پر رکھتے تھے

^{۱۰} اداریتے کی تاریخ قسط ۲۱ مولانا نے پانچ صفحوں کے بعد اس میں جو کچھ لکھا ہے اس پر تفصیلی بحث کے لئے تو براحت چاہئے۔ یہ وقت ہم خود نکلتے الگ بحث کا کوئی حقیقی فائدہ نہیں نظر آتا لیکن "اسلامی حکومت" جسے موضوع پر تحسین کرنا اس وقت ہم ہندو پاک دلوں کو محیط ہے۔ لیکن ہندوستان میں مسلمانوں

"دیر بہان" نے اپنے اداریتے کی قسط اول کے اختصار پر نہ سمجھا تھا۔

"ایک سیکولر جمہوریہ میں اسلامی مفادات کے تحفظ اور تاریخی حق تھے، علامہ کامران مسلمان یکوئی کلمہ بیکھڑا ہے اس پر ہم آئندہ لکھیں گے۔"

یہ اعلانیہ پر امیرت امگزٹھار جس وطن میں بدحال امیرت مسلم کے عہد انسانی حقوق بھی مالی تینم سے بذریعیت اختیار کر چکے ہوں، یہاں اسلامی مفادات کے تحفظ اور قانونی حق کے اعلاء پر چیزیں مقاصد عالیہ کی راہیں سمجھنے کی تباہ و اقتدار ایک مزدہ جا الفراستے ملم نہ تھی، لیکن جو اداریہ اس وعدے کے ایقار میں دیر بہان نے سپرد تلمیز کیا ہے اسکی جشت کم سے کم ہم جیسے کوئاہ نہیں سکتے تو ہم تھیں کی بالکل نہیں ہے، بلکہ اس کو ہر حصے کے بعد بھی خوسں ہوتا ہے کہ جو فرد جو ہمارے وزیر خارجہ نے جماعت اسلامی پر لگائی ہے فضل مدیر اسی کی توثیق و تصویب کر دینا چاہئے ہے اور یعنی نفاذ کی طلبی سے معمور اس دنیا میں اگر اعلاء تکمیل الحجت اور آجیا شے دین کی آرزوؤں کے مدد و دعے چند چیزیں کہیں ٹھٹھا رہے ہیں تو صوصوت کی خواہش ہے کہ انھیں بھی فوراً لگ کر دیا جائے۔

عجب بات یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے طرزِ فنکر پر دیوانی کا حکم نگائے کی حد تک تو ان کے ارشادات کا دائرہ ہندو پاک دلوں کو محیط ہے۔ لیکن ہندوستان میں مسلمانوں

لہ بہان جو اللہ کا اداریہ رہے۔ اس کے بعد جو لائی میں بھی اس موضوع پر کچھ آیا ہے وہ فی الواقع پیش نظر نہیں۔ جملی۔

سکوت نہ کیا اس مblasیت سے لفڑی لٹھا۔ لہذا ہم خاص خاص پہلوں پر ہی عرض و معروض کو محدود رکھیں گے۔

تاہمہ ادا رہی ہے میں سب سے پہلے مولانا نے یہ بات کہی ہے کہ اسلامی حکومت بنانی نہیں جاتی وہ خود بخوبی بن جاتی ہے۔ امام کے تصور حیات میں حکومت مقصود بالذات نہیں، بلکہ طبعی تتجوہ ہے اس نظرًا زندگی پر عمل کرنے کا جس کا نام اسلام ہے۔

ہماری نگاہ میں اس دعوے کے دونوں بڑھنے والوں میں
دنیا میں جموں سے معمولی جماعت کا ٹھوہر دی قیام بھی اس کے بغیر ملن نہیں ہے کیونکہ ایسے بنانے کا ارادہ کریں اور ارشاد کے بعد مشتبہ اور مخفی روؤں قسم کی کوششوں کو برہمنے کا لالائیں۔ پھر حکومت جیسے قائم بالشان ادارے کا قیام اس کے بغیر کیسے ملن ہو سکتا ہے کہ لوگوں میں اس کی طلب پائی جاتی ہو۔ اس کے لئے وہ قصداً و عوام رکھتے ہوں۔ اس کی غاطروہ مجدد کریں اور جو بھی خالی جگہ ایک قدم بڑھانے کے لئے انفراتے اس پر قدم رکھنے سے نہ چلکیں۔ دنیا میں جمی کوئی حکومت اس طرح قائم نہیں ہوئی ہے کہ اس کے قیام کا ارادہ تکلیفیا ہو اور وہ آپسے آپ
تمام ہو گئی ہو۔ ایک معمولی سی میں اگر ارادے اور محنت کے پیش نہیں آتی تو ایک ایسی دیوار کی میں اپنے ارادے اور جدوجہد کے کیسے بن سکتی ہے جو لاکھوں اور کروڑوں انسانوں پر مشتمل معاشرے کے بے نہایت مسائل پر کمزور رکھنے کے لئے وضع کی جائی ہو۔

دوسرے اجریجنی حکومت کا مقصود بالذات نہ ہونا بھی مغلنا سے خالی نہیں۔ ہم یہاں قرآن و حدیث اور نقاہ محدثین کی اُن تصریحات کو تعلیم کر کے کلام کو طول نہیں دیں کہ جنم مسلمانوں پر فساد کیا گیا ہے کہ وہ اپنی استطاعت کی حد تک اللہ کے قانون کو نافذ و غالب کرنے کی سعی کرتے رہیں۔ ہم صرف اتنا ہی کہیں گے کہ جہاں تک مقصود بالذات ہونے کا تعلق ہے اسلام میں صرف رہنمائی ہی مقصود بالذات ہے اس کے سوا ہر شے عرض و میلہ کو درج ہے اور کچھ نہیں۔ خالی اور زندہ مجھ تسلیمانی۔ حتیٰ کہ رسول کی رسالت پر ایمان اور اس کے اسوہ حسن کی پردی بھی مقصود بالذات نہیں بلکہ اللہ کی خوشنودی میں شامل

مجستہ کا ذریعہ ہے تو کیا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ مقصود بالذات نہ ہونے کے باعث یہ رب اُمور غیر ضروری ہیں؟
ہم سمجھتے ہیں کہ الگ معاشرے کے شدھار اور بیگانہ میں جو کہ کابے نہایت اشتراک اداری کا انکار کسی پوشنہ کے لئے ممکن نہیں ہے تو اُس حکومت کے قیام کو بھی مقاصد اسلامی کے دائرے سے خارج کرنا ممکن نہیں ہے جس کو قائم کئے بغیر اسلام کا مطلوبہ معاشرہ ٹھپور میں نہیں آ سکتا۔ ہر مسلمان جانتے ہے کہ خالی روزہ وغیرہ اصل مقصود یعنی رہنمائی کے حصول کیلئے دسائیں کار و جہہ رکھتے ہیں لیکن انھیں تمام امت نے بھارتے خود مفہوم عالیہ کی فہرست میں اس لئے شامل کر دیا کہ اصل مقصود عصیت میں یہ نہایت کا رکھ رہی ہے۔ پھر حضورؐ کی رسالت پر ایمان اور آنکہ ارشادات کو برحق تسلیم کرنا تو اس حد تک ضروری فراز دیا گیا کہ اس کے بغیر مسلمان جی نہیں بن سکتا۔ یہ اسی لئے ہے کہ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس دیبلے کو اساسی و کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ یہی حال اسلام کے جلد ادا امر و نواہی کا ہے کہ اصل مقصد تک رسکتے واسطے اہم ذرائع کو بھی بھارتے خود مقصود بالذات دیدی گئی۔ مثلًا مقصود صرف زناء سے روکنے ہے لیکن حرام شوہر کے ساتھ یوس و کنار اور ملمس اور ازوہ زوہنیاں کو بھی تصریح دیا گیا۔ حالانکہ بغض و مسائل دینہادی ہیں اصل زنا نہیں ہیں۔ تو سوچنے کی بات یہی ہے کہ جن قوانین کو اللہ نے انسان کی افرادی اجتماعی زندگی کے لئے صاف طور پر پسند فرمایا ہے اور قرآن و حدیث میں ان کی صراحة موجود ہے ان کا احراء اور ٹھپور ہی الگ اسلامی حکومت کے قیام پر بخصر بیرونیہ دعیے کیا جان رکھتا ہے کہ اسلامی حکومت مقصود بالذات نہیں ہے۔ اس موضوع پر مزید لفظوں کی بھارتے بغیر معلوم ہوتا ہے کہ تم خود مولانا کے پچھا ارشادات نہیں باد دلائیں۔

ضروری مسلمانہ کا برہان اٹھا کر دیکھئے۔ مولانا "نظرات" میں لکھتے ہیں:-

"اس وقت جب کہ انسانوں کے بیانے ہوتے لفاظ اہمیت حکومت خود اُن کے ہاتھوں سے بر باد ہوتے ہیں اور اکھوں نے دنیا کی اجتماعی مشکلات کے حل کرنے کے لئے جو خلک کے مثاثے

شحد اعظمی الناس (۲۰) کو فراق میں بالقصط۔ یہ اور اس طرح کی درسری آئین اس بات پر صاف دلالت کرنے ہیں کہ مسلمان صرف اپنے لئے زندگی سنبھال کرتا بلکہ ساری دنبا اور سائے جہاں کی خدمت کرنے اور اخیں امن مسلمانی کی راہ دھانے کے لئے زندہ رہتا ہے۔ دنیا میں جہاں کہیں نہ تھے وہ نہاد ہو گا باطل کا غلبہ ہو گا شر کو فروغ ہو گا جہاں انسانی معاشرہ تباہہ بہرہ بہت ہو گا انسانیت پر ظلم دستم بہت ہو گا اور انسانی عظمت مجروح ہوتی ہو گی اسلام اسکے خلاف احتجاج کرے گا اور اس صورت حال کو بدلنے کی کوشش کرے گا۔ جب کہ دنیا میں اگ لگ رہی ہو اور انسانیت کی متاثر گرامیہ اس میں جل جا رہی ہو اسلام ایک خاموش تماشائی کی طرح اُس کا نظارہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ اسی پوری قوت کے ساتھ اگ بھانے کی کوشش کرے گا اور اس کا شیر کو مردی اور یہ کے لئے صلاح و نکاری کی جتنی طاقتیں ہیں اُن کو لپٹنے ساتھ لیکر مید ایں عمل ہیں راجائے گا۔ اگر اسلام نام درحقیقت اسی درسری صورت کا ہے اور وہ ہر زمانہ اور ہر ورکل ایک متحرک انقلابی طاقت ہے تو اس سچا چاہتے کہ اسلام اُنمی شری اور ایسی ملاحت کب بن سکتا ہے؟ اسی کیلئے وہ چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ اسلام موجود ہمہ کے تمام اجتماعی اور تحریکی، اقتصادی اور سیاسی مسائل جن کا براؤ راست تعلق انسانی معاشرہ کے صلاح دشادھی ہے اُن کا پہترین اور کامیاب حل میں کرے اور یہ حل اُسی قوت میں کیا جا سکتا ہے جبکہ غیر اسلامی افکار و نظریات کی خالص علمی اور تحقیقی نیا دل پر تحلیل و تنبیہ کی جائے اور اُن کے پرہیز سهل و سچت کر کے انسانی سماج کے لئے اُن کے ہلک ہونے پوتا ہے کیا جائے۔ اس کے علاوہ درسری چیز جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ اس اسلامی فکر کی حامل ایک ایسی جماعت ہوتی چاہیے جو فکر و عمل، اخلاق اور کوہار کے اعتبار سے بحیثیت مسلمان ہونے کے اپنے اندر افراد میں رکھتی ہو۔ اپنے شخصیں نظام نکریں کے ساتھ وہ انتہی میں سخت اکثر اور متعصب ہو۔ یعنی کسی ایسی نکری یا عمل کے ساتھ معاہدت کرنے کیلئے ہرگز

تھے اُن کی ناکامی خود اُن کے عمل سے ظاہر و ثابت ہو رہی ہے ضرورت ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے اسلام کے نظام حکومت کا صحیح اور مسبوط و مفصل خالد تباہ کے ساتھ میں کیا جائے اور مدبرین سیاست کو اس بات کا موقع دیا جائے کہ وہ دوسرے دولتی نظاموں کا مقابلہ دمواز نہ کر سکے فدای قانون اور ایسی تشریع کی اہمیت عظمت کا اعتراض کریں۔ حق باطل کے دھن لکھے میں عارضی طور پر نظریوں سے اوجھل ہو سکتا ہے میکن فناہیں ہو سکتا۔ دنیا اس وقت عہد چافر کے ہٹے ہٹے اٹکارو اڑاء کا عملی تجربہ کر رہی ہے اور الگ اُس کو ان سب میں باوسی اور نامرادی نہ ہوتی تو اُسے لا محال اپنے اجتماعی مصالح کے حل کے لئے پھر اسلام کے اسی قانون الہی کے دہن میں پناہ لینی ہو گی جو یعنی فطرت اور سر اسرائیل اور قدرت ہے۔

اس کے بعد برہان مئی شہر کے نظرات پر بھی نظر دال رہے۔ مولانا رام نظر اڑہیں:-

اصل سوال یہ ہے کہ اسلام ہے کیا؟ کیا عیسائیت، یہ دوستی اور بودھیت کی طرح وہ ایک ایسا ذہن ہے جو صرف چند سو اور عبادت کے پونچھومن طور طریقوں کی طرف دعوت دیتا ہے اور اس کے علاوہ زندگی کے دو سو ہزار معاشرات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور اس بنا پر وہ ہر ٹھنڈے فکر کے ساتھ معاہدت کر سکتا ہے۔ ہر جدید نظریہ اجتماعی و تحریک کو اپنا سکتے ہے۔ گری خود اُس میں اس بات کی صحت نہیں ہے کہ وہ دنیا کے اجتماعی اور تحریکی مسائل میں قیادت کا فرض انجام دے اور نظریات و افکار کی بین الاقوامی بجلبری میں بیٹھ کر اپنا کوئی مستقل اور مطہوس نظریہ جہات میں کرے یا اس کے پر خلاف اسلام درحقیقت ایک جامع اور ہمہ گیر نظام اجتماع و تمدن کا حامل ہے۔ وہ کسی وقت بھی نبھد، وہ ساکن نہیں ہوتا وہ ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور ہر چہار دور کے ہلک نظائرہ ہے جیات اور نظلط ایکاری زندگی کے قابل سلسل دعوت انقلاب و احتجاج دیتا رہتا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا (۱) کنتم خیرامة اخریت للناس (۲) ہتکو تو

میں بھی ٹرانزورڈ رہے ہیں۔

پس پریس سے کہ پاکستان کی حکومت سے بعض اسلام پسندوں نے پڑھا تھا کہ جب آپ اسلام ہی کے نام پر فناذ کے دوسرے کر رہے ہیں اور دستور میں بھی آپ نے یہ بات شامل کی ہے کہ کوئی قانون قرآن کے خلاف نہیں بنایا جائے گا تو منابع ہے کہ حکومت کا وہ سمجھی نام بھی اسلامی جمہوریہ رکھئے۔

اُن مطابقہ کو پاکستانی گورنمنٹ نے نہیں لانا اور ماننا بھی نہ چاہئے تھا۔ جن لوگوں کے اسلام کا جائز فہریہ یہ ہو کہ وہ حدیث رسول اور صفت کو دین میں کوئی مقام ہی نہ دیتے ہوں اور اسلامی مسائل پر فصیلہ دینے کا حق ان کی نگاہ میں درس گاہ مغرب کے شاگردوں کو حاصل ہو وہ میں اللادوامی رہیا میں سلامت کی ذلت کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔

لیکن مولانا موصوف کو بھی اسلام پسندوں کا مطابق سخت ناگوار گزرا ہے اور اسی کے پرہناظر میں وہ "اسلامی" کے لفظ پر نظر آ کاٹے گا لگر "یہل" جیسے الفاظ سے اسی تحریر کر رہے ہیں۔

ہماری ذاتی رائے کا جہاں تک سلطنت میں ہے یہی ریاست ہے تھی معلوم ہوتی ہے کہ پاکستانی گورنمنٹ نے اپنا نام "اسلامی" پر یک ایسی گورنمنٹ ہو قرآنی اسلام کے نام پر خوبی کا رکھ لکھ میں ڈھلن ہوا اسلامی رائج سُکھتے کے درپے ہوا اگر اپنا نام اسلامی رکھتے گی تو یہ اسلام کی اُس رسوانی میں اختلاف کا باعث ہو گا جو شاگرد ایمان مغرب کی اب تک کی گل افسانوں اور اپنے کرواریوں سے اسلام کے حصے میں آتی ہے۔ خیری گزوی کہ نام اسلامی نہیں رکھا گی۔ اب الگ وہاں صدر جمہوریہ کا مسلمان ہی ہونا قانونہ ضروری قرار دیدیا گیا ہے تو اس کا اسلامی اصول سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ قوم پرستی کا شاخانہ ہے۔ قوم پرستی چاہئے کافروں کی ہو یا مسلمانوں کی اسلام اس سے کلی طور پر بڑی الذمہ ہوئی کا اعلان کرتا ہے۔

لیکن دشواری یہ ہے کہ مولانا نے نام رکھنے کی مخالفت اس نقطہ نظر سے نہیں لی بلکہ وہ تو صریح طور پر یہ ثابت کرنا چاہ رکھیں کہ کسی بھی مالک میں مسلمان اکثریت اگر واقعہ ایسی حکومت

آمادہ تر ہو جو خود اس کے نظامِ حیات (اسلام) کے ساتھ ٹکرائے ہو۔ جب تک کسی جماعت میں کفرین اور تعصیب پیدا نہیں ہوتا اُس میں کسی تحریک کو کسی طبقت کی صلاحیت ہرگز سدا نہیں ہوتی پس اسلامی جماعت کی مقبولیت اور اُس کی روزانہ زندگی کا عمل راز یہ ہے کہ اس جماعت کے زعماء نے اسلام پر اسی نقطہ نظر سے غور کیا ہے اور ان کی تمام جدوجہد اسی ایک نقطہ پر رکوز ہے۔ اس کو شش میں ان حضرات اسلامی تعلیمات کی جو تشریحات و توضیحات کی ہیں آپ کو کافی یا جزاً ان سے اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن نقطہ نظر اصل مقصد بالکل درست اور قرآن کے عین مطابق ہے۔ آپ کو اگر ان تشریحات سے اختلاف ہے تو اس کے مقابلہ میں اسی تشریحات اور آج کل کے اجتماعی اور ترقی مسائل کا حل پیش کیجئے اور بتائیے کہ اس حل کو دنیا کے مناسنے کی صورت کیا ہے ہیکن خلا کے لئے میدان میں تو اسیے ذرا دیکھئے تو دنیاکی ہدایات ہی ہے اس کا ٹوٹ کیا ہے کیسی تشریح ہے اسیں چل رہی ہیں اور اسلام کی شیع حقانیت دہبائی ان آندھیوں میں کس طرح چھپن کر رہی ہے اور اس کو ان ہوئوں کی نزد سے بچانے کے لئے آپ کا گزارضی ہے جب کہ دنیا میں ایسے حالات پیدا ہوئے ہیں تو اسلام کو تم نے کیا کیا ہے اور ہم آج کے حالات میں کیا کر رہے ہیں ان سب کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

اس طرزِ فکر، اس اندازِ لٹکنگ، اس دلسوی کو دیکھئے اور چھرمولانا کے موجودہ دونوں اداریوں کو پڑھ جائیجے کوئی نقطہ اندر ہم آئنگی نقطہ نہیں آتے گی۔ ہم نہیں جانتے کہ اسلامی حکومت اگر اسی ردِ قدر اور سب قدر میں اسی تحقیقی میں کا اظہار ازاء اداریوں سے ہو رہا ہے تو یہ پچھے مال قبل کے رسمیات کس خانے میں رکھے ہیاں؟

دوسری بات مولانا نے یہ کہی ہے کہ کسی حکومت کا نام "اسلامی حکومت" رکھنا بالکل غلط ہے۔ اس بات پر اکھیوں نے چھٹے ادارے میں بھی زور دیا تھا اور تازہ ادارے

اداثت کرنے پڑا اپنی رکھ کے نسب مبھی یہ دلیل اسی میں مدد کرے گی جو ایسے قرآن ہے جس کو جگہ یہ لکھا ہے کہ حب تم نیک مقاصد کیلئے جماعتیں بناؤ تو ان کا نام بھی اسلامی رکھو یا جب تمھارے بچپن پیدا ہو تو اسے اسلامی ہی نام سے نہ سوچ کرو۔

جیسا تھا ہے مولانا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس معلوم و معروف سنت پر توجہ نہیں دی کہ حب کوئی کافر اسلام اتنا تھا تو آپ اس کا خیر اسلامی نام بدل کر اسلامی نام رکھ دیا کیتے تھے اس سنت کے روپ میں بھی وہ سب دلیلیں استعمال ہو سکتی ہیں تو اسلامی حکومت کے نام کے روپ میں دی جائیں۔

ایک اور خرابی اس دلیل میں یہ ہے کہ مولانا حکومت راشد کے قیام کو عملِ حکومت کے دائرے سے باہر خالی فرماتے ہیں حالانکہ احادیث حبِ حرام سے ثابت ہے۔ اور خود اپنیں بھی اس کا اسلام ہے کہ ایک صالح اور اسلام دوست حکمران کے درجات اللہ کے پیارے بہت بلند ہیں۔ زمین پر اللہ کے قانون کا تنفاذ اور اسلام کی مدد کرنا وہ عظیم صالح ہے کہ الفردی عبادتیں تو اس کے سامنے بہت ہی محدود و قاریت رکھتی ہیں۔

دوسری دلیل مولانا نے یہ بدی ہے:-

"اسلام حقائق کا نہ ہے بلکہ اس کی نکاحِ اصل مقصد پر رہتی ہے اور وہ بھی عنوان پرستی کا فائل نہیں ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو صلحِ حدیبیہ کے موقع پر جوکہ مسلح نامہ لکھا جا رہا تھا نہ ہے تریش کے لئے پر آخھ فرست میں اس طبقہ سلطانی حضرت علیؓ کو حکم دیتے تو کسی مصلاح اسلامی نام سے مسلمان بسم اللہ الرحمن الرحيم کے بھولتے ہوں کے تقدم طریقہ کے سلطان بسم اللہ الرحمن الرحيم فرمائیں۔"

اگر امتیازی نام رکھتا "عنوان پرستی" ہے تو یہ اعتراف سب سے ہمیں فوڈ باللہ من ذلک حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ وارد ہوتا ہے جو کی عادتِ شریفہ تھی کہ اسلام لانے والے کا خیر اسلامی نام ایک منٹ کو بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

یہ تمام ایسا ہی عنوان پرست ٹھہری کہ ہر دین الدین اپنے پنجے کا نام ایسا ہی امتیازی رکھتے ہیں جو فوراً واضح کر دے کہ وہ کس قوم کا فرد ہے۔

قائم کرے جس کا مقصد قرآن دلتے اسلام کو ایمانداری کے ساتھ نافذ کرنا ہوتے بھی اس کا نام اسلامی حکومت رکھنا سخت فتنہ اس نقطہ نظر سے ہیں اخلاقی فتنے ہے اور اسی اس پر اہم دلیل ہے جو اپنی رکھتے ہیں۔ جہاں مسلمان اکثریت میں ہوں ہوں۔ اقتدار ان کے ہاتھ میں ہو اور اعلان بھی دیجی کرو ہے ہوں کیونکہ اسلام کو غالب دنافذ کرنے کا حرم کر مکہ ہیں ان سے یہ تو قرآن کرہ ہے اپنی حکومت کا رسی نام بھی حکومت اسلامی بھی رکھیں گے ایسا ہی ہے جیسے کہ مسلمان زن و شوہر سے یہ موقع کی حاصل کر وہ اپنے ہونے والے بچے کا نام عبد الرحمن یا خالد الدین یا یوسفیہ میں سمجھ رکھتے ہیں۔ مادہ سی حقیقت ہے کہ ہندو و بھی پچھلے نام بذری ہر شاد رکھتا ہے قطبیہ اللہ میں نہیں رکھتا۔ عیسیٰ اپنی بھی کا نام روزی رکھتا ہے عائشہ یا قاطرہ نہیں رکھتا تو پھر آخر اسلامی سلطانیہ میں دنیا بھر کے کیڑے کیوں پڑ گئے کہ حکومت اسلامی واقعیت کا قصد کر رہی ہے کم سے کم نام تو اپنا "اسلامی حکومت" رکھ لے۔ یہم بھی ملتے ہیں کہ فقط نام جادو کی چھپڑی ثابت نہیں ہوتا لیکن اس سے باوجود ایک مسلمان گھر ان کو نہیں کہا جائیں اسلام یا حبِ حکومت رکھتے ہے تو کسی نے آج تک اپنے عنیہ نہیں کیا۔

مولانا نام کر رکھنے کی خلافت میں متعدد ولائیں پڑی ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے:-

"پورے قرآن کو پڑھ جائیے اسی بھی کہنے چکہ نہیں کہ سلطان ایسی حکومت قائم کریں جس پر "اسلامی" کا سیل لگا ہو اپنے بلکہ جو دعوت ہے وہ بیان اور عمل صلح کی ہے۔"

یہ کیا واقعی دلیل ہے؟۔ اگر ہے تو پھر یہ عجیب غرب کا ہے ملکی ہے۔ مثل کچھ سلطانوں نے تبلیغ اور تذکرے کے مقاصد سے ایسا بھن بنائی گئی نام رکھدا یا "جلالت مولہن میڈل" ایک مسلمان کہتا ہے کہ بھائی مقصد تو تم تبلیغ دین لیا گریا نام رکھا خیر اسلامی۔ تو ٹھہر کہیں ہے دلیل جو مولانا نے دی ہے ابھن سازی کی بھی پشت پناہی کر سکتی ہے۔ حقیقی نام مسلمان اپنی بھی کا نام

سخت بحیرت ہے کہ اسلام کو مولانا حقائق پسند بھی کہہ سکے ہیں اور جھٹپٹی کا وحیقت پسندی کی بسم اللہ ہے اسی لئے یہ بھی تکرہ ہے ہیں۔ یہ تو پر لے سرے کی مناقبت ہے کہ نماز ایسا رکھو جس سے موسم کی صلح حیثیت کا پتہ ہی نہ چلے یا کم سے کم وہ مشتبہ ہو جائے۔ یہ مناقبت ذریعہ حاضر کے ذہن کو ریب دیتی ہے کہ نام پر بعد یا سیکولر ایڈم اور دخونی کردیا کہ ہر شہری کے حقوق بر ایسا ہی ملک عالم اتنا تینوں کوئیں کے رکھدیاں لیکن اسلام اس سے بالآخر ہے وہ سعی کے زیادہ مناقبت اور دوڑنگی کا تشنہ ہے۔ اس کا وہ بنا ہے اعلان ہی یہ ہے کہ اسلام انسان کے لئے تصریح بالجان کافی نہیں اعتراف بالاسلام بھی ضروری ہے۔ مولانا اسے عزوان پرستی کیں تو کہیں ہم اور ساری اربیت مسلمان سے حقیقت پسندی کا تاذیرتی ہے۔ اسلام کا طراطہ امتیاز صفات گوئی ہے۔ ظاہر و باطن کی سکھی ہم اتنی ہے۔ وہ بخوبی تفصیل کی راہ میں کے قدم حل سکے کا جو یہ بھی پسند نہ کرے کہ اس قلعہ کی طرف اشارہ کرنے والا ہم اس کی زبان پر آئے صلح حدیث کی تفہیل ہو لئنا کام انجمنیں دیتی۔ جھنورنے بسم اللہ کاٹ کر کوئی غیر اسلامی فقرہ نہیں لکھوا یا تھا جس طرح عجب القدوں ایک اسلامی نام ہے اسی طرح رشید الدین یا عبد الرحمن بھی اسلامی نام ہیں۔ یعنی فرق اس ہیکی دلیل نہیں کہ مسلمان کا نام کرنا راستگھ یا کمرن رکھدیں وہ سرت چوکا۔ لیے ہی بسم اللہ کاٹ کر جسم اور سرم اللہ اہم کا معاملہ ہے کہ معمول سے لطفی فرق کے باوجود دونوں یا یہ جزوی نوعی وعیت رکھتے ہیں بسم اللہ اہم کو لکھر جھوکر نہیں گی یہ الفاظ بھی اسی خدا پرست ان طرز فکر کی نمائی گی کرتے ہیں جیکی بسم اللہ الرحمن الرحيم کر رہی تھی تو اس سے یہ کہاں شایست ہو اسلامی حکومت کے قیام و اسعاد کا عزم رکھنے والے اپنی حکومت کا ایسا نام رکھ لیا کریں جو غیر اسلامی طرز نکل کا نہیں ہے ہو۔

غور کی جائے۔ "اسلامی نظام" کے ملاوہ کوئی نظام حکومت اس نہیں ہے جو ہم اصول اعتبار سے اللہ کو فائز ساز اور امراء حاکم ہاتھیا ہو۔ طرز حکومت کی بحث نہیں۔ طرز حکومت کے اعتبار سے آپ کسی حکومت کو رہی جیکن کہیں یا سیکولر اسٹیٹ یا وفاقی حکومت یا جو چاہئے نام دیں۔ جبکہ نکاح اسلام کا عزوان ہے جو دیا جائے گالا زماں یہی تصوری تھم ہو گا کہ اس حکومت میں قانون زدی

کا تمام تراختیار انسانوں ہی کوئے۔ اس اختیار کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی فعل و عقیدے کے جائز ناجائز اور حرام و حلال ہونے کے بارے میں خدا کا کوئی فعل نہیں ہوگا انسان ہی شائع و مقبول ہے جائیں گے۔ یہ اموری اعتبار سے فالص کا فران نظر ہے۔ اگر کوئی مسلمان حکومت دھوکی کر رہی ہے کہ کبھی اسلام کو نافذ و غالب کروں گے تو اور میں اسے اپنے نام بھی اسلامی طرح اسلامی رہنمایا ہے۔ جس طرح آئیے جمعیۃ العلماء کا اجمعیۃ العلماء رکھا و دھوان مسئلہ پاپر یا پریشان ہوئیں رکھا اور جس طرح ہر مسلمان اپنے پچھے کا نام اسلامی ہوئی رکھتا ہو دیا تو نہیں رکھتا۔ اگر وہ حکومت اس نام سے گزیر کر کے دوسرا کوئی بھی نام رکھتی ہے تو وہ ہی یا تین ملکوں میں ہیں۔ یا تو وہ اسلام کا دھوکی حص سیاست کر رہی ہے اور فی الحال اسلامی نوادرین کے ایجاد اور انتظام کی نیت نہیں رکھتی۔ یا پھر وہ منافق اور ریب کا رہے کہ ارادہ تو رکھتی ہے ایک خاص مذہب اور ایک خاص پلٹر کے غالب و مسلط کرنے کا لیکن نہ ہے یہ ظاہر کرنا نہیں چاہتی۔

ہمکے نزدیک یہ دونوں ہی صورتیں اسلام کے نزدیک حرام ہیں۔ آج فرب دوغانی سیاست اور غیر اسلامی طبلو میں چلے ہیں تھی ہی جائز بلکہ قابل تعریف بھی کوئی نہیں ہے لیکن اسلام کی نظر میں یہ جوں کی توں نامکریں۔ وہ دھوکے بازی، ریا کاری، مقہوت اور گنہم نما جزو و شی کو تپہے مباح رکھنا تھا زمانیست تک مباح رکھ کا۔

مگر مولانا کی اسلام دوستی پر بحیرت ہے کہ مسلمان اکثرت سے ملکیں کو پیشوور دے رہے ہیں کہ وہ غیر مسلموں کو مساحت ملک کوئی حکومت قائم کریں اور اس کو سیکولر قرار دیں۔ پھر ٹھیک اسی طرح اسلامی اعراض و مقاصد کی تکمیل کریں جس طرح ہندوستان کی تکمیل کا وہستہ ہندو گھر اور ہندو تہذیب کو غالب و مسلط کر کے اپنے تقدیم کی تکمیل کر رہی ہے۔ اتنا مدد و اناہی راجحون۔

انہی بات کو زور دار بنانے کے لئے انہوں نے ارشاد فراہمیا ہے۔ اسی طرح ہندو گھر کی حکومت سمجھوئے۔ سمجھوئی نہیں تا اگر وہ ہندو گھر حکومت ہوئی تو جہاں تکس مہندی درج ہے۔ ہندو گھر اور ہندو تہذیب کے فرع و ترقی کا لاعلن ہے وہ

ادبیں اکتنی۔

یہ ارشاد فرماتے ہوئے انھوں نے یہ سخن انہیں رکھا کہ اس سے تو انھوں نے خود ہی اپنے اس استدلال کی عمدۃ دھاڑی جسے پہلے ادارتی میں شد و میں بیٹھ فرمایا تھا۔ انھوں نے یہ تو کہا تھا کہ اگر کوئی مسلم اکثریت والا ملک اپنے یہاں "اسلامی حکومت" بنانے کا تو غیر مسلم اکثریت والا ملک اپنے یہاں "اسلامی حکومت" بنانے کے ممکن قائم کریں گے۔

اس استدلال کی مکروہی مچھلے جائزے میں واضح کرچک ہے۔ ہم نے بھی یہی کہا تھا کہ اسیکی لارام والوں کو بھلا اس بھڑاک کیا خسروت ٹھیک گی کہ اتفاقاً کی عاطر نہ ہی حکومت بنائے پھریں جبکہ انھیں لارام کی پارس پھری ایسی ٹھنڈگی نہیں ہے کہ اس کی آڑیکرہ سب بچھدی کر سکتے ہیں تو کسی تنگی مذہبی مکہم سے میں کرنا ممکن ہے۔ اسی حقیقت کو مولانا صاحب طور پر تسلیم کر دے ہیں۔

یہ ایک ضمی بات تھی۔ اصل گفتگو یہاں اس ہے ہے کہ ایک طرف تمولانا مسلمانوں کے لئے بیکار ازم ہی والی راہ مناقبت بخوبی فراہم ہے میں دوسرا طرف یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر کیلے لارام قائم کر دے اسے مسلمان۔

"نکری محل کے احصار سے پہلے اور پہلے مسلمان ہوں"

تو اس راہ سے بھی اسلامی اخراج و مقاصد کیلئے میں ہو سکتی ہے۔

پسادہ نکری ہیں تو ہم اپنے کام کیلئے کہ اتنی ہند نکری ہے جس تک ہمارا شہری قوم ہنپڑ پہنچ سکا۔ ہمارے علم کی حد تک تو قوی حکومت اور کیلے لارام اسی کا نام ہے کہ حکومت مذاہب کے یا اسی میں قطعاً غیر مذاہب دار ہے گی اور مذاہب کی بیادوں پر کسی کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کرے گی۔ یعنی تصریح ہمارے ہندوستانی و مشتریں موجود ہے۔ اس کا صاف طلب یہ ہے کہ ہندوستانی حکمرانوں کو جو جرائم اور مذاہب کو فروغ دتی گئے کے لئے وہاں کوئی شرکتیں صرف کر رہے ہیں جن سے زیادہ کا تصور تک مولانا نہیں کر سکتے اور دوسرے مذاہب اور مذہبیوں کو حتی الیحیہ کوچھ اجارہ ہے یہاں تک کہ مسلمان تمام اجتماعی سبعوں پینص لوچ بنا کر رکھ دیتے ہیں۔

گئے ہیں تو یہ دستور کی وفاداری ہیں اس سے غداری ہے۔ قم پرستی ہیں تھیں۔ فرماتے ہیں مناقبت ہے۔ عدل ہیں ظلم ہے۔ مسلمان اکثریت و اعلیٰ مالک کی مسلم حکومت کو اس پست اور گھٹاؤ نے طرز حکومت دیا رہے پر یہی کرنیکی تلقین کرنی چلیتی ہے تیر کے اسے اسوہ حسن قرار دے کر اس کی تقدیر کا بنت دیا جائے۔ پھر مسلمان اس ظالم ازمان مناقبت پر بخشی آمادہ ہو جائیں ان کے بالائے میں یہ جیں تو قبیلی کرتا کہ وہ فکر و عمل کے اعتبار سے کچھ اور پہلے مسلمان ہوں۔ ایسی ہی صوصماتہ توقع ہے جیسے ایک مسلمان کو شراب بخشی اور لوت رکار کاروں میں ہوئے ہوئے یہ امید باندھی جائے کہ وہ تباہ و تھی بھی ہو۔ غالباً ہونا نہیں یہ بات نظر انداز کر دی کہ اسلام میں مقاصد ہی کی اہمیت نہیں زوال الحکم بھی اہمیتی اہمیت ہے۔ انھیں علوم ہے کہ احمد بن معاcond کے لئے بھی حرم وسائل و ذرائع اختیار کرنے کے اسلام مجاہ نہیں بھتتا۔ لہذا الگرلی ہی فرب کاری اور مناقبت کے ذریعے کسی جگہ اسلامی قوانین کا نفاذ ہو گا۔ کسی ہندو دشمنی کے تہذیب کیلئے اس سلطنت میں سیکولر ازم برقرار رہا ہے تو اس کا نام اسلامی اخراج و مقاصد کی تکمیل نہیں رکھا جائے گا بلکہ یہ تو اسلام کو رسوا اور خدا کو ناراضی کرنے کا ذریعہ ہے گا۔

یا تو یہ سطہ کر دیا جائے کہ سیکولر ازم کے معنی یہ ہیں کہ اکثریت اقلیتوں کے تہذیب کیلئے بھی یہ لوں پر اپنے پلچر اور مذہب کا محل تعمیر کرے تب تو یہ شکر کو اناکا مشورہ قابل خود ہو سکتا ہے لیکن کہ اس صورت میں دغمازی اور مناقبت کا لارام نہیں آئے گا۔

یہیں ان گھر سیکولر ازم کے دی یہ خوبصورت معنی ہیں جن سے کسی بھی اقتصاد کو تعریض نہیں ہے یعنی تمام مذاہب کے ساتھ یکسان منصافتہ سلوک۔ مذہبی استبداد سے اجتناب اور مذہبی بنیادوں پر کسی بھرپوری سے ایسا زیارتی طرز عمل نہ ہونا یہ بھرپور اس طرز کا رکن اکثریت کو فوائد و تفصیل کے سوا کیا کہیں گے جو ہماری سیکولر حکومت نے اختیار کرو رکھا۔ ہے۔

تم مسلمان جن ہیں مولانا بھی شرکت ہیں حکومت کے اس طرز کا رکن غیر منصفانہ اور خلاف دستور ہی قرار نہیں ہیں۔

حکومت واقعہ اسلام کو نافذ و غالب کرنے کا عزم رکھتے ہوں اور یعنی حکومت کا کوئی نام رکھنے پر کسی معاہدے کے پڑھنے ہونے اور کسی اہم کام کے قرئے پر ترکے کا کوئی سوال پیدا نہ ہوتا ہو تو سمجھو، نہیں آتا کہ اسلامی صداقت پسندی کے نقطہ نظر سے ان کے لئے کسی ایسے نام کا کیا جواز ہو سکتا ہے جو ان کے عرامم کے بارے میں دوسروں کو مبتلا سے فریب کر سکتا ہو۔

مولانا نے اس پر بہت زور دے چکا کہ اسلامی حکومت کی کوئی شکل تعمین نہیں ہے اور اسی حکومت کے سوا حکومت کی حقیقی ملکیت ہو سکتی ہیں وہ اسلامی حکومت کی بھی ہو سکتی ہیں۔ اس وجہ کو دل کرنے کے لئے مولانا نے ڈاکٹر محمد حبیب اللہ کی یہ تحقیق بنیش کی ہے کہ:-

”دریجہ ایک تقدیر برپا است تھی جو ہر یہ مسلمانوں ”یہودیوں“ میں ایں کتاب و پوپ اور صیادیوں سے آباد خود مختار دیوار اتر کر تھے۔ اس مشیث کی اصل ساختی سنبھالی روا داری کی مقاضی تھی، جانپور اس مشیث کے لئے جو دستور مرتب کیا گیا تھا اس میں کسی طور پر بھی ”ہر کوں اسلام کیا گیا ہے“۔

جم عرض کر سکتے ہیں کہ جو لوگوں کو ہدوف اخراج بنانے کی خاطر رہنمای اٹھائی گئی ہے وہ خود بھی یہی کہتے ہیں کہ اسلامی حکومت ڈھانچے خدو خال اور طرز و اندان کے اعتبار سے مختلف شکلوں کی پوچکتی ہے۔ ان کا یہ مطلب کہی نہیں ہو اکہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے خلافت را شدہ ہی کو جوں کاتوں بھیوں صدی ہیں لاکر رکھ دیا ہو گا ان کا موقف یہ ہے کہ حکومت کے اسلامی چیزوں اور نہ ہوتے کا اختصار انتظامی ڈھانچوں اور سکل دھیت کی رنگاریوں پر نہیں بنیادی اصول و مفہوم پر ہے حکمران طبقہ اصول ایسیں تھیں کہ زمین کا مالک اللہ ہے وہی قانون ساز بھی ہے۔ شایع بھی ہے۔ اس نے جو احکام انسان کی الغیر ارادیہ و اجتماعی زندگی کے لئے نازل فریتے ہیں وہ اُن ہیں۔ اسکے ذوق نے قرآن کی جو شریعت کی ہیں وہ عین قرآن ہیں اور امشیث، کسی ایسے قانون کے بناء کا اختیار نہیں رکھتی جس سے قرآن و منظک

تو کیا اسلام حدس تھی اور عدل پسندی اسی کا نام ہے کہ اسی نظم و بوجو کی ترجیح ہے ملکان اکثریت والے ملکوں کو بھی دی جاتے۔ کیا اسلام نے یہ جائز رکھا ہے کہ اگر ایک ملک بیس غیر مسلم حکمران مسلمانوں کے ساتھ فریب و منا فقت کا سلسلہ نہ طریق اختنا کئے ہوئے ہیں تو وہ سرسری مسلمان اکثریت والے ملک کے مسلمانوں کو بھی ایسا ہی پست طریق اختیار کر لیا چاہئے۔ حاشا تم حاشا۔ دنیا کسی بھی معراجِ ظلمت کو پہنچ جاتے۔ اسلام کبھی اپنی اعلیٰ امتدار اخلاقی کو تھیا تھا بروہی نہیں بدلتے گا۔ وہ دنالاد مسکو و نزدیک رہے بالاتر ہے۔ بالاتر ہے کا کیونکہ وہ خدا اور رسول کا نازل فرمودہ ہے جو بھی ناپاک قدروں کو پہنچنے نہیں کر سکتے۔

”ہم قرآن و سنت کی بنیاد پر سماںگاہ دہل کہتے ہیں کہ ہندوستان یا ایران طوران کیوں بھی کوئی غیر مسلم حکومت ملنا اور کے ساتھ چاہے کیسا ہی دھل و فریب کیوں نہ کرے ہیں تک کہ ان کی ذمہ بھی آزادی ملک پر پاندھیاں عائد کر دے لیں بلکہ یا ستن یا کسی بھی مسلمان حکومت کے لئے تیر جاتر نہیں ہے کہ وہ اپنے ہیاں کی اقلیتوں سے اس بدلسوکی کا انتقام لے اور انھیں قلنحقوں سے محروم کر دے جو اسلام نے اپنی عطا کئے ہیں۔“ و لذت بھی مستنصر دشتی قرآن ”خوب ہم علی آلات تعزیٰ نہوا۔“ راغید تو اھوَا قریب للتعزیٰ۔ مولانا نے پیشہ اسلام کو نظر انداز کر کے دیا ہے کہ مسلمان اکثریت والے ملک کے سند و مبنی کی طرح قومی حکومت بنائیں اسیکو الزم کا اور ڈھنکا بیس اور بھی اپنے ذمہ بکر غالب دنافذ کرنے کے لئے بے کرداری منافت کا دہی بھیل کھیلیں جو ہندوستان میں بھیل اجارا ہے۔

”نام“ کے مسلمانوں مولانا نے صلح حدیث کی تخلیق میں فرمائی تھی اس کا شانی جواب اگرچہ ہو چکا ہیں بلکہ ایک بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ اہم معاہدے کے وقت فریضی کی کوئی ایسی صدور قی طور پر ان بینا جاؤ اپنے بنیادی حقائق کی تشییخ نظری ہر بالکل الگ بات ہے اور بلا کسی وجہ معقول کے اسلامی حکومت کے نام سے گزیز کرنا بالکل درسری بات۔ جب ارباب

رسولؐ کے صرف ایک حکم کو اقبالِ سلام قرار دینے والا اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے جسے وہ باقی قرآن کوینے سے لکھنے لگائے پھرے اسی طرح اسلامی حکومت صرف وہی ہو سکتی ہے جس کے جانے والے صرف قانونِ عدل۔ صرف قانونِ معیشت۔ صرف چنانچہ ہے نہیں بلکہ تمام اقسام کے قوانین اور پر شعبہ نہیں میں خدا اور رسولؐ کی بالادستی کو سلام کریں اور ایمان رکھیں کہ بارہ ہے جسے اسلام نے بڑا کہ اور احتجاد ہے جسے اسلام اچھا کہا۔ ایک فرقہ کے اقتدار پر مشتمل حکومت اگر غصہ اس سے اسلام کا کوئی ایک یا چند قانون اپنی فہرست آئیں میں شامل کیتیں ہے کہ یہ اس کی نظر میں دنیا دی انتیار سے مفید ہیں تو اسے "اسلامی حکومت" قرار دینے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

دی جاہابِ طاٹ کاظمی رضی اللہ صاحب کی تحقیق ایں کام عاملہ تو اگرچہ اس پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے، لیکن کہنے کی ضرورت اس سے نہیں ہے کہ اس سے وہ مدعا برگزش عالی نہیں ہوتا جو مولانا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے زیادہ سے زیادہ ثابت ہوتا ہے کہ آنمازی اسلام میں جب اقتدار کے تمام وسائلِ مسلم کے ہاتھ میں نہیں آتے۔ اللہ کے رسول نے ایک دیا ایسی طھا نبی قول کر لیا تھا جس میں غیر مسلموں کی بھی تحریک تھی۔ یہ قبول کرنے والے اس سے تھا کہ اسلام اس وقت خلیلیوں جمل رہا۔ مسلمانوں کے اختیار و قدرت میں یہ بات نہیں تھی کہ خود مختار دیوان اور خیرہ سر قبیلوں کو نظر انداز کر کے خاص اپنی حکومت بنالیں۔ ابتدا جو کچھ اس وقت کی گیا وہ اُن امور میں شامل نہیں ہے جیسیں اسلام اسوہ حسن کے ذیل میں لائق تقدیم قرار دیا ہو پھر خود کرنے کی جاہے کہ طاٹ کاظمی صاحب کی تحقیق سے یہ کہا تاہم بت ہو رہا ہے کہ حضور نبی کلیدی مناصب بھی غیر مسلمین کے پرورد کر دیتے تھے نفس تحریک اور بات ہے۔ یہم خود اس کے قابل ہیں کہ مسلمان اگر کسی ملک میں اسلامی حکومت بنائیں تو وہاں کی قبیلوں کو بھی ان کے تاریخ کے اختیار سے جائز نہیں تھی صرف وہی چاہیے یہ ہرگز درست نہیں ہے کہ اخیں اجھوتو قرار دے کر حکومت و اقتدار کے ایوان سے بالکل ہی خارج کر کے رکھ دیا جائے۔ یہ علم

صریح و حکم اقتدار و تصورات پر زد پڑتی ہے۔ یہ بنیادی عقیدہ قبول کر لیا جائے تو حکومت کا اسلامی ہونا سطہ پاگیا۔ ابتدا حالات زمانہ اور وقت صلح کی بات ہے کہ اس اصول اور اس کے تقاضوں کو جاری و ساری کرنے کا اہتمام و فاقی طرز حکومت سے کیا جاتے یا صد ارتقی طرز سے۔ یا کسی اور اسلوب سے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس صاف و مادہ معاملہ میں بھی کتنا کاذب ہے ایک جو نکادینے والا موضع رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں:-

"اسلام کا قانونِ عدل کسی خاص ملک اور قوم کی نیز
نہیں ہے۔ ہر قوم اپنے ملک اسے اپنا سکتا ہے جو کہ
گاندھی جی نے ہندوستان کی حکومت کے لئے فراہم
ظاہر کی تھی کہ وہ حضرت عمرؓ کی حکومت کے طرز پر"

اس کے بعد وہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کوئی سیکولر حکومت بھی اگر اسلام کا قانونِ عدل اپنے یہاں نافذ کر دے تو وہ اسلامی حکومت ہے!

چنانکہ الفاظ اور سیاق و سیاق سے ہم تجھے سکھ کریں لےں اس کے سوا کچھ کہنا نہیں چاہتے کہ کسی حکومت کو "اسلامی حکومت" لانے کے لئے یہ دیکھنا ضروری نہیں ہے کہ اس کے دستور میں خدا اور رسولؐ کی تکملہ بالادستی اور اسلام کے تمام اور نواہی پر ایمان کی لازم تر اور دیگاہی ہے۔ بلکہ صرف اتنی ہی بات، اسے اسلامی بتا دیجی ہے کہ اسیں اسلام کا قانونِ عدل۔ پورا اسلام نہیں، صرف اسلامی قانونِ عدل ناندگر دیگاہی ہو چکا ہے ملک ان طبقہ مومن ہو یا کافر۔ اپنے دیکھا مولانا گاندھی تھی کہ آرزو کا خواہ شے رہے ہیں۔ اس کا مشترک صریح طور پر ہے کہ اگر بھاری سیکولر حکومت گاندھی تھی کہ خواہش کے طبق ملکیت فاروقی کے وہ ظاہری خدو خال اپنے یہاں خایاں کر سکتی جو گاندھی تھی کو پسند تھی تو ملانا اپنی ارادتے ہیں اس حکومت کو بھی با تکلف "اسلامی حکومت" کہا جا سکتا تھا۔

نیقطہ نظر ہے تاکہ ایسا ہے کہ اس کے سہارے مولانا ایک مولانا مددودی ہی کو نہیں، مدت کے تمام امتحان و فتحوار کو بھی ملزم ہوں کے کٹھرے میں ہکڑا کر سکتے ہیں کیونکہ ان سب کا نقطہ نظر بھی اپنے کو حصہ طرح قرآن کی صرف ایک آیت کا مکمل اور اللہ

لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ کلیں یہ مناصب ایسے لوگوں کے پر
کوئی دوں جو اسلام کے اصول و عقائد سے صریح طور پر بخوبی ہوں
جو اسلام کی کتاب دستور قرآن کو خدا کا کلام نہ لانتے ہوں
اور جن کی نگاہ میں اساسی عقائد کی کوئی وقعت نہ ہو۔ مولانا
اگر اسلامی مقاصد و اغراض کی کمیں کار ائمہ معروف معنی
میں "قومی" اور سیکولر حکومت بنانے کو خیال کرتے ہیں تو یہ
ایسا ہے جیسے وہ کانگریسی اصول و عقائد کی کمیں کا لاستہ
یہ تجویز کریں کہ ذریعہ گورنمنٹ کے اورہند و ہماجہ میں سے
بھی بنائے جائے چاہیں۔ بلکہ یہ تعارض نہ مولانا کے پیش فرمود
تعارض سے ہٹا کر ہے۔ کانگریس اور جنگلیں وہ بون بید
ہیں جو اسلام اور کفر میں ہے کیسے ممکن ہے کہ حکومت کی نیاد
تو اس نظر پر پوچھ کر اصل حامی و قرض اللہ اور رسول ہیں۔ ان کی
دی ہوئی مستقل قدریں کو بدلا نہیں جاسکتا لیکن فذارت و
صدارت ایسے لوگوں کو دیدی جائے جو اس نیاد سے حکم کھلا
نہ گرفت ہوں اور دستور کے لئے ان کے طویل میں اس احترام کا
شانہ بنا کر موجود نہ ہو جو اس دستور کو خدا کی دستور نامنے کی
صورت میں قدرتہ موجود ہوتا چاہئے۔

ایک نکتہ کی طرف ہم مولانا کو اور توحید دلائیں گے۔ انھوں نے
کہا ہے کہ:-

"حکومت کے معاملیں بھی اسلام کی نظر میں مقصود ہیں
ہے یعنی دنیا میں امن و امان اور عدل و انصاف کا
قیام اور عام انسانوں کی فلاح و بہبود اور انکی رفاقت
کا سرو سامان۔"

یہ حقیقت نظر انداز نہ کرنی چاہئے کہ اسلام کے اور
موجودہ زمانے کے تصویر انصاف میں بھی زمین دامان کا فرق
پڑھ کر ہے۔ اسلام کے نزدیک انصاف یہ ہے کہ عورت مرد
کے مقابلے میں انصاف کر کے پانے کی حقوق اور ہے ہر دیکھ کے زیادہ
شادی کر سکتا ہے۔ وہ تمام تقریبات ہم ایں جو معاشرے
میں جنی ہی رحمات اور شہروں ای تصورات کو فروع دیتے کا ذریعہ
ہیں۔ مسودی کا دربار بدترین حرم ہے۔ شراب کی قیمت پر

پڑھا گا۔ مگر سوال تو صرف کلیدی مناصب کا ہے۔ صد ارب عظیمی
اور وزارت جیسے مناصب کا۔ کیا ان کو رہ تحقیق سے یہ بھی ثابت
ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول نے اس طرح کام کوئی منصب اعلیٰ فیر
مسلمین کو تقویض کرنا پسند فرمایا ہے۔

یہ تحقیق تو اس اختیار سے بھی کہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی
تحقیق کو مستدل بنانے کی بھی مولانا کا مدعا حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن
دوسرے اسلوب ہے کہ دینی حقائق و تصورات کے لئے کیا اس طرح
کی تحقیقات کو مستدل بنانا بھی جاسکتا ہے یا نہیں؟ تو ہم کہنے
کہ ایسا کہنا تقویٹ اس کے مقابلہ ہے کہ ہم غماز اور روزے اور
شراب نوشی وغیرہ کے معاملات میں ان ابتدائی آیات و
احادیث کو مستدل بنائیں جو ابتدائی دور کی تھیں اور بعد میں
دوسری آیات سے انھیں متوجہ کر دیا گیا۔ ابتداء تو مناز
میں بول چال بھی جائز تھی۔ ادھر اور صدر و یک لینا بھی جائز تھا
روزے کے عوض فدیر بھی دیا جاسکتا تھا۔ تھوڑا سا سرد بھی
لیا جاسکتا تھا۔ اوقات نماز کے علاوہ شراب بھی یہ جا سکتی
تھی۔ یہ رفتہ آن وحدت میں موجود ہے تو کیسی مسلمان کے
لئے جائز ہے کہ بعد کے واعظ و ذات احکام کو نظر انداز کر کے
اس ابتدائی صورت حال کو دلیل فوژیر بنائے۔

الگھنیں۔ اور ہر کمزور نہیں تو یہ کیسے درست ہو گا کہ
بانکل ابتدائی دور کے پارے میں کسی حقیق کی تحقیق کو مستدل
بنایا جائے اور اس حقیقت پر بالکل توجہ نہ دی جائے کہ
جب پورے اختیارات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باخیں
آئنے والے وقت آپنے کیا کیا اور پھر خلافتے راشدین کا طرز
اسلوب کیا رہا۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ جس طرز حکومت کو "قومی"
کے نام میں کیا جا رہا ہے اور ساختہ ساختہ اس کے سیکلر
ہونے کو بھی باور کرایا جا رہا ہے اس کا کوئی سوال ہی قریب نہ
میں پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کسی نہیں معلوم کہ قرآن و اسے اسلام
کا محور نہ قوم ہے نہ وطن، نہ حسب و نہ سے، نہ کوئی اور شے۔
وہ صرف اور صرف خدا پرستی پر گردش کرتا ہے اور اصول و
عقائد اس کے قابل پائے ہیں۔ حضور میاں کے اصحاب کے

بھی زردو قوت کے ساتھ خوفزدہ سے لفظی تحریر کے ساتھ بھی جواب دیا ہے۔

اس پر میر برهان درج کر دیتے ہیں:-

"موس ہوتا ہے کہ چندہ بھی دیاون کا ایک گروہ ہے جس نے داشتی تو ان کو بڑھت کر کے رکھ دیا ہے اور جذب و سرخی کے عالم میں جو اُس کے مخفی میں آتا ہے کہ جلا جائیے۔ وہ نہ اسلام سے آٹھا ہے اور نزدیگی کے موجودہ معاملات و مسائل سے باخرا"

مطلوب پر زبان کھولنے سے پہلے ہم مولانے کے افاظ اور لب و ہنج کے پاسے میں مولانا ز استفار کریں گے کہ کیا اس طرح کا اذ عا امیر مستکبر انہ اور خود پرستی سے لبریت نجاح دانداز برداری کے شایان شان ہے؟ کیا اس کا تنفس امیر اور امراء اشائل بالکل ایسا ہی نہیں ہے جیسا بھی ہے اسے فذر خارجی جماعت اسلامی اور علمی ایسے مسلمین پر لینٹھیں احتیاط فرمایا تھا۔

ہم ملتے ہیں کہ مولانا بڑے علمیں اور صاحب فہم و ذکا بھی لیکن یہ مانتا تو ہم اے لئے سخت دشوار ہے کہ ان کے مقابلے میں وہ تمام معروف حضرات محض نمائے اور باشیتے ہیں جنہیں وہ اسلام اور مسائل زندگی سے جاہل محسن قرار دے رہے ہیں۔

ان حضرات کی تردید علمی متناسب کے ساتھ بھی کی جا سکتی تھی "ہم چو مادیکرے خیست" کا نجح احتیاط کر کے قلم سے جھاگ اڑانا ہم جیسے چھوٹے آدمیوں کو زیر دے تو یہ سمجھ دیر بہان جیسے بڑے آدمیوں کو زیر نہیں دیتا۔

جس جواب پر اظہار خیط لگایا گیا ہے وہ کس حد تک تھی سخت خلکی کا سبقت ہے اس پر بھی ہم بحث کرتے، لیکن یہ بحث اس لئے لا مہل ہے کہ اس جواب کا مداری شریعی ثبوت پچھے بھی نہیں ہوا انا نے علمی وسیں ایک ایسی روپورٹ کو قرآن کا درج دیا ہے جو دین و دانش کی بارگاہ میں کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔

ہوشمند لوگ الفاف فرمائیں پاکستان کی ایک پھنسی

نہیں ہیں بلکہ وہ خیز لگ۔ مگر اج کے طرز تکمیلی پر سب باشیں ناصل اور تکمیل نظری کے خانے میں رکھی جاتی ہیں ہم اپنائیں کھیلے شام اغرب زدہ مسلمان بھی اسی جدید طرز تکمیل کے حوالی میں اور ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ کیا پاکستان اور کیا مصر ہر جگہ پر شمار الیسی آزادیوں اور دوشن نشکریوں کو سلسلہ اقدار مدل میں شامل کر لیا گیا ہے جو اسلام کے نزدیک علم و فنون کے سوا پچھے نہیں۔

تو ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ بات کسی مسلمان حکومت کا قانون ناچی طے کر سکتی ہے کہ وہ گرفتہ تصور انصاف کے تحت مدل رائی کرے گی۔ اگر اس کا نام "اسلامی حکومت" ہے تب تو طے پوچھیا کہ وہ اسلام کے تصور مدل کی پابندی ہے اور موجودہ دنیا کے لعن طعن کی پروگری نے غیر اسلامی کے اقدار و عقائد پر ثابت قدم رہے ہیں۔ لیکن اگر وہ اس کے ساتھی اور نام رکھتی ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ معاشرے کو وہ اسلامی انصاف اور رداداری سے ہمود کرے گی جی سے انسان ساختہ پرداختہ قوانین نے انصاف اور رداداری قرار دیا ہے اسلام کس شرکے کو انصاف اور کے رداداری پہنچائے اس سے اسے کوئی مطلب نہیں ہو گا۔ اس کی اپنی صدایہ دیر اور فکر و بصیرت فیصلہ کریں گے کہ مدل کیا ہے اور ظلم کیا۔ بھی کیا ہے اور بہانی کیا۔

مسئل کی حد تک بات قسم ہو گئی۔ مگر تازہ اداری یہ کے دل جزا اور ہیں جو پہلیں کچھ کہنے ہے۔ اس لئے کہنا ہے کہ ان میں اشتغال اور خیر معتدل جوش کی جو کیفیت نہیں ہے وہ مولانے کے شایان شان نہیں ہے۔ ملادہ اس کے ان میں حسن اخلاق کا ایک بھی خارا لاید جسموس ہوتا ہے۔

اخنوں نے ایک ایسی روپورٹ سے جسے ۱۹۵۳ء میں پاکستان حکومت کے ایک لیشن نے مرتب کیا تھا جس میں ایک سوال کا جواب تلقی کیا ہے۔ مجیب مولانا مودودی ہر اور اس روپورٹ کی تصریح کے مطابق میر عطاء اللہ شاہ بخاری، میان عفیل احمد، غازی سراج الدین اور دوسرے اصحاب بے

اس سوچا جلستے تھا کہ علماء کے بال میں اسی روپ طبکے مرتب کرنے والے کس قرآنی عقونت و معاند ہیں۔ کسی بھی عقونت سے اس روپ کے کم سے کم وہ حصہ تو قابلِ اعتقاد ہرگز نہیں ہو سکتے جن میں علماء کو احمد، پاگل اور جاہل پوز کرنے کی سعی مبارک کی گئی ہے۔ لیکن حیرت ہے مدیر برہان کی اس سادگی پر کوہہ پہنچتے تو اس روپ کی توصیف میں طلاق فرماتے ہیں پھر اس سے ایک اقتباس لیکر علماء پر برس رہتے ہیں۔ یہ تو اسا ہی ہے جسے ہندوستان کے آنہاد صفات کے سلسلے میں کسی جن سکھی یا ہما سمجھی کی روپ کو صحیفہ مقدوس قرار دے کر مسلمانوں پر فرقہ اور بیت اسلامی، فتنہ انگریزی اور جاریت کے الزامات ثابت مان لئے جائیں۔ باہر مولانا اشرف علیؒ کو کافر ثابت کرنے کے لئے کسی بڑی نیشن کی روپ کو بنیاد بنا لیا جائے۔

کیا تھا شایہ۔ مسلمان مودودی کی سیکڑوں کتابیں بازاریں موجود ہیں جن میں انہوں نے صاف صاف اپنے انکار و عقائد کا اظہار کیا ہے۔ کسی کو مولانا مودودی ہی پر ترکش خالی ہی کرنے ہیں تو ان کتابوں سے اقتباسات لے کر کرے۔ یہ کیا الصفات اور کسی داشمنی ہے کہ تراکیلے ایسے لوگوں کی مرتب کردہ روپ کے اسہار الیا جائے جن کی علماء تمدنی اور قرآن و سنت والے اسلام سے بزرگاری کا یہ عالم ہے کہ جب بھی انہیں موقع ملتا ہے ہمارے تراش تراش کردار ایمان حق کو دار پر لٹکا دیتے ہیں جس نیروں کی دیگر افراد میں اخلاق و کردار اور صلح صیتوں کے اعتبار سے کیسے ہی ہوں۔ لیکن ذہنی اعتبار سے وہ اسی گروہ کے افراد نے جو سنت کے نام سے چرتا ہے، یعنی قرآن کی تفسیر لایت سے لاتا ہے، جو ناج کا نے کو تقافت کاتا ہے، دیتے، جو مغربی طرز فکر کا بے دام خالی ہے اور جس کی نظر میں ہر وہ عالم گردنے دنی ہے جو اس کی اسلام و مسم مسکنگر ہوں پر نیکر کرے۔ تجھے ہمیں اس بات پر ٹھاپنچا ہو اک علماء کو دیوار نہ قرار دینے کے لئے مدیر برہان نے مذکورہ روپ کا سہارہ لیا ہے۔ حالانکہ مولانا مودودی میں کیڑے ڈالنے کے لئے تو خرافی، و تمیس کا دھڑک

حکومت نے اپنی بھی تھیلی کے چٹوں بیوں کا ایک کیش مقرر کی تھا۔ کون نہیں جانتا کہ پاکستان میں حکومت کس طرح کے اتحاد میں رہی ہے۔ وہ لوگ جو صورت اور سیرت کسی بھی اعتبار سے اسلام دسمی کے چلتے پھرئے اٹھا رہے کم نہیں رہے۔ جو نام تو اسلام کا لیتے تھے لیکن زندگی کے ہر شے میں انہیں صرف وہ پسند تھا جسے مغرب سے پسندیدہ قرار دیا ہے۔ اسلام سے انہیں کو تھی۔ قرآن کے محرج احکام کو انہوں نے دھیان زہرا۔ حدیث روکوں سے ان کی بزرگاری اٹھا رہی تھی پڑی تھی۔ تابع گواہ ہے کہ اس مارپ کے سلی مسلمان قرآن و سنت والے اسلام کی دشمنی اور جمیع کمیں کفار سے بھی آگے رہے ہیں۔ مصطفیٰ مکان ہتا کو دنیا ابھی نہیں بھولی۔ مصر کے اخوانی شہزاد کا ہبھی ابھی مان نہیں ٹرا۔ یہ بھی کل ہی کی ایت ہے کہ مولانا مودودی کے نے چھاٹی کی سزا تجویز کی گئی تھی حالانکہ جس حرم پر ایک خری سزا تجویز کی گئی وہ اتنا بھی تو نہیں عطا کوئی کافر سے کافر حکومت اس پر دچار سال قید ہی کی سزا دے سکے۔ مگر یہ سلطات میں سے ہے کہ قرآن و سنت والے اسلام کے دھڑکنے مغرب کے فدادار مسلمانوں کو بیشہ جدی دین کی عادوت رہی ہے۔ کوئی ناپاک سماپک حربہ نہیں جو وہ ان کے خلاف استعمال نہ کرتے ہوں۔

اب تباشاد بیکھئ کہ بھی مغرب کے وفادار اپنے ہی ٹاپ کے افراد کا ایک کیش مقرر کرتے ہیں اور وہ کیش پوری قوم کے اخلاقی زوال کا ایک ایسا لفڑی مرتباً گرتا ہے جس میں سب سے بڑے مجرم علماء ہی قرار پاتے ہیں اور اس کروہ پر کسی بھی عیسیٰ کی ذمہ داری یا مذہبی ہوتی ہوئی جس کے افراد خود پیش وانے ہیں اور جس کی حکومت کے زیر سایہ محسوبی تہذیب و تجدیف کی ساری ناپاک اسلام معاشرے میں نہ ہر پھیلاؤ رہی ہیں۔

اسی روپ کی دھکلائیا گیا۔ کہ کیش کے صور جناب جس نے مسکنگر نے علماء سے ایک سوال کیا اور علماء نے اس کا جواب دیا۔

ایں جو شخص جو شہ میں بالکل ہی تپس سے باہر نہیں ہو جاتا

بھی پر آسانی اختیار کیا جا سکتا تھا جو دیوبند اور بیرینی یونیورسٹی کے علماء اختیار کرتے رہے ہیں۔

جستہ رہے ہیں اس لئے تم ہن و ستانی مسلمانوں کو میں کی اکثریت مزے پھکھار ہی ہے۔ اگر نہ کوہہ حضرات یہ مقامت نہ ڈھانتے۔ لیعنی اسلامی حکومت کا نام نہ لیتے تو ہندوستان مسلمانوں کے لئے بہشت بریں بن گیا ہوتا۔

ہمیں۔ بخدا ہم مولانا کے ارشاد مذکور کا مطلب ہمیں سمجھ سکے ہیں۔ بلکہ چار اخیال ہی ہے کہ شاید خود مولانا بھی مطلب کی پروپریتی بغیر صرف جوش کی رو میں قلم چلا گئے ہیں ورنہ پہلیں اس بھاجنا ان کا بھی شیوه ہمیں رہا۔

دوسرے اجزا اس لائق ہے کہ سے جوں کا توں نقل کر دیا جائے۔ ملاحظہ ہو:-

”مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے ذکورہ بالابیان میں یہ بھی کہا ہے ”اور آج بھارت کے مسلمانوں کے ساتھ سچے سعادت بھی یہی ہو رہا ہے۔“قددت کی عجیب قلم طریقی ہے جو کہ چند سرس جھی نہ رہوئے تھے کہ مولانا کا یہ کہا خود اُن کے سامنے آگئا۔ ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ وہ ان اسلامی حکومت میں جماعت اسلامی تحریک اور غیر قانونی جماعت ہے۔ اس کے کارکنوں پر وہ ہیں۔ اُس کے فنڈ پر حکومت کا قبضہ ہے اور اس جماعت کا بانی اور صدر روح اسلام کا سببے ہے راغبازی اور بجاہد ہے اپنے ملک میں اپنے اور اپنی جماعت کے بنا دی شہری حقوق حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنے کے بحکمت بخی و حجازر کے لوگوں کو دعوت اسلام دیتے ہیں وقت لگا زاتا ہو رہا ہے، لیکن اس کے برخلاف ہمارا میکوا حکومت کے زیر سارہ جماعت اسلامی کو خیر و تقویر، تبلیغ و اشاعت اور فعل عمل کی مکمل آزادی حاصل ہے اور اس جماعت کی کافرین ہوتی ہیں تو مقامی مسویل گمیڈیاں اُن کے ساتھ تعاون کر کے ہو جائیں وہ آسانیاً ہم سمجھاتی ہیں۔ حکومت کا یہی وہ جادو ہے جو سر حرث حصے کے بولتا ہے۔“

مشکل طرز و طبع کا بھی علم و ادب میں ایک مقام ہے، لیکن اس کے پچھے فتنی حدود بھی ہیں۔ اگر ان حدود کو پامال کر دیا جائے تو

نشر یا گیا ہے:-

”غور کیجئے یہ ذہنیت جو آج دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی رسوائی کا سببے ہے مگر اس سببے کی وجہ کا شجوہ ہے؟ اور غیر مسلم اکثریت کے ملکوں کے شہر کی مدد مسلمانوں کو کفر و شر کے ہاتھوں فروخت کر دیتے کا وصولیں نہیں پیدا کیا؟ صرف مسلم اکثریت کے ملکوں میں اسلامی حکومت“ قائم کرنے کے خوبی سے اختیار فتنے۔

ایک بار در حق اللہ کراپ میر بربان کے اُن ارشادات پر دیکھ لیں جو تم نے خود یہ سائنس اور منیٰ شخصیت کے برابر سے نقل کئے ہیں۔ جس ذہنیت کو وہ لکھریں گی جو حد تک سراہ چکے ہیں آج اسی کے باسے ہیں یہ باہم ہو رہی ہیں۔

یا اللہ اکیسے داشت من آدمی اور بھی بے مغرب خلیم اے۔ دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی رسوائی کا سببے بڑا اور واضح ترین سبب ان کی بے علی ہے۔ سے کہ داری میتے عقیل و عمل کی دزوگی ہے۔ اپنے اصول و عقائد کو جھوٹ کر کافروں کے فکر و نظر سے دل بیگی ہے۔ مگر میر بربان بالقلل ایشیات کیہے ہیں کہ رسوائی کا سببے مٹا سبب ان کی اسلام پسندانہ ذہنیت ہے۔

اصدی حصہ توہبت ہی لا جو اس سببے کے صرف مسلم اکثریت کے ملکوں میں ”اسلامی حکومت“ قائم کرنے کے حاذبے نے تین کو فرمانڈ مسلمانوں کو کفر و شر کے ہاتھوں فروخت کر دیتے کا حوصلہ پیدا کیا۔ افسوس ہماری محدود عقل اور نکشافت کی وسعتیں کو نہیں پاسکی۔ کوئی ہے جو اس مبنی کی ترجیح کرے۔ یا خود مولانا ہی زحمت فرمائیں کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ ہمیں تو صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ پاکستان میں ایک دن کے لئے بھی اسلامی حکومت نہیں ہی مگر ہم ہندوستانی مسلمانوں کی الگ ایک چوں ڈھیلی کردی گئی ہے۔ کیا مولانا کا یہ مطلب ہے کہ خونکار مولانا مودودی اور چند اور علماء رہاں اسلامی حکومت کی خواہش

بھرمنڈر طعن کی جیشیت حرسی تیرسا سے زیادہ پھر نہیں رہ جاتی۔ ہمارا احساس یہ ہے کہ طعن تشنج کے میدان میں مولانا کا انہیں تسلیم فی کے حدود پھلانگ گیا ہے۔

الف ہم اسے بھائیوں کے ساتھ بدللوکی کی جا رہی ہے۔ کچھ دن بعد الف کے اپنے شہر میں نہ لازم آتا ہے اور بہت سے اور طرزوں کے ساتھ خود وہی توبی کوئی صریح جھوٹ گرجاتا ہے۔ اس توبی صاحب اٹھ کر کہتے ہیں کہ دھکا لوگوں اپنے بھائیوں کی مظلومیت کارونا روہنا تھا اس کا یہاں پھنسے رہا یا اور خود اس کا مرکان دھڑام سے گریا۔

الحافت سے کہیجی توبی کے اس طعن کو غایقی سلیم اور شرافت لفظی اخلاق اور داشت کے سخانے میں رکھے گی۔ مولانا اکبر آبادی نے مولانا میر ددی پر جو طعن کیا ہے وہ کیا بعینہ اس تسلیم جیسا نہیں ہے۔

چند روز ہر سے ٹھیک یہی طعن وزیر دا خلائے بھی کیا تھا۔ کیسا نادر اتفاق ہے کہ یہی طعن اس قلم پر بھی ایسا جس سے اس کی سابق دسویزیوں اور شعلہ نیا اسکوں کی روشنی میں تو شکی تھی کہ اس لغواطاً اس کا بھر خود جواب دے گا۔ اس کی توجیہ اس کے سو ایسا یعنی کچھ کمی قوم کے بڑے دن آجائے ہیں تو اس کے اچھے خاصے فہیم و ذکر افراد بھی منکر و بھیرت کے لحاظ سے دھوان دھوان ہو کر رہ جاتے ہیں۔

پاکستان میں باشل لا آیا۔ تمام سیاسی جماعتیں منع غذا دیدی گئیں۔ جماعت اسلامی چونکہ انخا بات میں حصہ لیتے کا اعلان کر چکی تھی۔ لہذا اس پر بھی سیاسی جماعت کا اطلاع پہنچا اور بعض کارکنوں کی نظر مبنی سے لیکر فیکر کی ضبطی نہ کوئی طعن و تھیک کوئی طعن و تھیک کی تباہی ہے۔ میں مانتے ہیں کہ بھی ٹھیک بعض بد دلاغ عورتیں کسی غریب کی جوان اولاد کی موت تک پر یہ کہنے سے نہیں چکتیں کہ دیکھا اسے فلاں

وقت مجھے ایسی بات کی تھی مگر جو ان بیٹا اور آیا اپنا کہا
نہ پہنچی سامنے۔

لیکن یہاں تو اس امور کی تقدیر کا بھی مجموع تین نظر آتا
مولانا میر ددی نے الگ کسی موقع پر یہ نہیں بھی خالکہ ہے اسٹان
میں مسلمانوں کے ساتھ شور و سور جسیں ملکوں کی جا رہی ہے اور
آن کے شہری حقوق پا مال ہر دو ہے ہیں تو یہ کوئی صریح جھوٹ
اور افتراء تو نہ تھا۔ آج کوئی کسے خالموں کے سیوا مسلمانوں
کا کوئی سلقاء ایسا ہے یا یہ جس نے اپنے جائز حقوق کی پامالی
کاروڑا درد یا ہر خود مولانا بھی جانتے اور مانتے رہے ہیں کہ
یہاں سے اضافات ہو جائے ہیں میں مسلمانوں کی جائیں بھی
نہیں، آبرو اور دوست بھی نہیں۔ مگر نہ تو قاتل اور بیٹرے کفرگزار
کو سمجھو۔ مسلمانوں کو ان کے نقصانات کا کوئی بدنی بیکا۔
اُنکا اُنھیں مجرم ٹھیرا یا اگر آج بھی دھی نسے ترپرت
قرار دستے جاتے ہیں۔ اُردو مسلمانوں کی شرکت میں جس
کھنڈی تھیری سے بالقطدر تھی کیا جا رہا ہے اسکی کوئی کوئی
مسلمان حسوس نہیں کر رہا۔ سرکاری ملازمتیں میں مسلمانوں کے
کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اقتصادی میدانوں میں ان پیٹے روٹے ہی
روٹے ہیں۔ اچھوتوں کی فلاج دہبہور تو طکہت کفر طرز
خرچ کرنی ہے، لیکن مسلمانوں کے لئے اس کی فراخ دلی کا درد
ارجع ہے یہ کہ لے دئے کے ایک اُردو یونیورسٹی تھی اسے بھی
باجھر جنم کر دیا گیا۔ گوئی مسلمانوں سے اچھوت بہتر۔

محض یہ کہ آزادی کے بعد مسلمانوں کے معاشرے میں اکثرت
کی تکددی تو ایسی حقیقت ہے جو جمیعت العلماء میسیحی قوم پرست
اور کاگریس نواز جماعت تک کے اخبار میں ہر روز پڑھی جا سکتی
ہے۔ پھر کوئی اس جرم تھا مولانا میر ددی سے سرزد ہے۔
زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مولانا میر ددی کے اخافا
صورت حال کو اس سے زیادہ بھائیں کر کے دکھانے پڑے ہیں
دی ہے، لیکن یہ تو ایسا جرم نہیں فنا کہ کوئی شخص پاکتے
ماشیں لا کی اس جرم کا احوال ثابت کرنے لگ جاتا جب فدا
کے باشیں آپ ہی کی جمیعت العلماء نہ امارت شرعاً وغیرہ
کی روپیں کوئی دو دفائد تھیں پڑھے گا اور پھر آپ ہی

کو تدرست کی تمظہ بھی سے ان سب کا ہماں کے مخیر آیا! اسکے
ان سب کی تضییگ و تحریر بھی اسی نظر کے ذریعے جائز ہے جسکے
ذریعے مولانا مودودی پر بن کیا جا رہا ہے۔ اگر جائز ہے تو
کوئی شکایت نہیں، لیکن اگر جائز نہیں ہے تو تم ادب ساتھ
کہیں گے کہ دل کا بخار نکالنے کا یہ طریقہ مولانا البرآبادی نے
پھر مناسب اختیار نہیں کر سایا۔ غازی اور حمایہ کے طرز یہ
الفاظ بھی مولانا کے قلم کو زیر نہیں دیتے۔ اسی طبقاً یہیں تو
ام ہیسے غیر مدد اروں کے لیے چھوڑ دئی جا سکتیں۔

اس سے طریقہ کو رنجھدہ ہے ہے کہ مولانا مودودی کے اُس عمل و حرکت پر ہی طریقے ناخوشنگ اور انداز میں تعریف کی گئی ہے جس کا تعلق تجدید حجاء و غیرہ میں سلیمانی اسلام سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چنانچہ کوئی معقول بات نہیں یا نہ لے مگر مولانا اکبر آبادی کو یہ اطلاع حکومت کے کافروں ہیں پہنچانی ہے کہ میں مولانا مودودی کا سخت مخالف اور جماعت اسلامی کے طرز فکر کا کردار شعن ہوں۔ اگر مطلب نہیں ہے تو کوئی منصف نہ مدد دے کر مولانا کے میش نظر اسلوب میں اور اُس ظالم سماں کے اسلوب میں کیا فرق ہے جسے ہو کا برداری کے ساتھ ملنا اکٹھا بازی نظر آتا ہے اور وہ تیر جعلے تو اس پر بھائی کا لازم لگتا ہے۔ ملعون ہی کرتا ہیں تو پھر دنبا کا کون شخص ہے جس کے پہنچ سے پہنچ عسل پر یہ سختیاں نہیں جائیں گی۔

یہ فر درجہ بھی خوب سیکے کو مولا ناما مودودی اپنے طلب میں اپنے اور اپنی جماعت کے شہری حقوق حوالہ کرنے کی جدوجہد پہنچتے ہیں۔ کوئی بتائے کہ وہاں کے مارشل لاکر ابھی کے برس لگرے ہیں اور کس فرع کی جدوجہد کا موقع اس قابلِ محرومی دوڑ میں مولا ناما مودودی یا اسی بھی سیاسی جماعت کو حوالہ تھا جس نے کرنے کا طعنہ دیا تھا رہے۔ دیکھنے کی بات تو یہ تھی کہ میں مارشل لاکر دھاریر مولا ناما مودودی نے ان عاملی قوانین پر چھپے جایا تھیں کی ہے جو وہاں کے نئے مکمل اونٹے مارشل لاکر کے دوران میں بنائے ہیں۔ اس جرأت میں بفضلہ تعالیٰ وہاں کے اور بھی ہرستے علماء ان کے ساتھی ہیں، لیکن جس میں وقت تبریزی موجود ہو وہ تنقید کو ٹھکر دیکھ لے کہ سو اسے مولا ناما مودودی کے اور وہ

آخر و میں حکومت کی نوع بدنوں زیادتیوں کی دلائی دیکھا تو آخر وہ اس کے موافق نہ کر سکتا جو مولانا مودودی نے کہا۔

بُو سکتا ہے وطن پرست مسلمانوں کو آج قرآن کے ارتضاد
لو
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ لِأَخْوَةٍ فَمَنْ يَعْلَمْ بِهِ حَكَمًا هُوَ إِلَيْنَا مُوَلَّتْ
مودودی جسے لوگ — جن کی زندگی کا معروف یعنی نسبتین
صرف قرآن و سنت کے سوا اپنی نہیں یقیناً آج ہی اس ارشاد
بازی پر ایمان رکھتے ہوئے ساری دنیا کے مسلمانوں کا اپنا بھائی
جسے ہے۔ ایک بھائی دو یا تینجا اگرچہ بھائیوں اور بھنوں
کی دردناک عصیتوں کا وہ حال ہے کہ جمعیۃ العلماء اور امام
شرعی کی روپیں اور ہندوستان کے مسلم پریس کاٹر ہمدرد ائمہ
دن پڑتے کرتا رہتا ہے تو اکل فطری بات ہے کہ اس کا ذمہ صدی
سے متاثر ہیگا اور فوجیات میں اس کے نہ ہے بعض ایسے
الفااظ بھی تک میں گے جیسیں قریبے مبالغہ امیر کما جائیں
ہو۔ اگرچہ مولانا مودودی کی طرف خالقاظ منہل میشن کی
برپورت کے خواہے سے مسوب کئے تئے ہیں ان کا اعتبار ہرگز
ہیں ہے لیکن جملے مانتے ہیں مولانا مودودی ہندوستانی
مسلمانوں کے حال زار پر میں کرنے میں آواز قدر ہے زیادہ
بلند کر دی تو پھر بھی یہ حرم ایسا نہیں ہا جا سکتا کیونکہ اسکا لکھنال اکابری
بھی اس پر طرز وطن کے ترکیخ خالی کرنے کی زحمت کوارہ فنا شیر
بازی عرض یہ ہے کہ اگر پاکستانی حکومت تھا جماعت

اسلامی ہی کو مجموع نتے اور اس کے اکاں کو خلا جو اسے
پھانسیوں نکل پر لکھا دیتی تب بھی کسی مشریق النفس مسلمان کے
لئے یہ جائز نہیں تھا کہ اس اخداد کو مزید لے لے گریاں کرے
اور اسے جماعت اسلامی کی تحریر و تضیییک کے لئے غرض کی حیثیت
شے۔ امام احمد رضی خبلؑ کو کڑوں سے اس الگیا ایام ابو صنفیہ کو
جیل ہے۔ اسی ایام، عماری پر اللہ کی زین تک کردی گئی
محبد الف ثانیؑ قیادت میں ڈال دی گئے تھے، شاہ ولیؑ اللہ کے
پیشے اُتر دادیتے گئے۔ اور لطف یہ ہے کہ تم اور ٹیولیے
اسی طرح مسلمان تھوڑا طرح یا ستان ارباب اقتدار اسلام پر
اد رہیں۔ تو کیا ہمیں ہندوؤں ملائے حق کے باختہ میں بھی کہنا جائیے
لہ سب تھے رکھیں اور اسی میں یہ آئیں نقطہ اعتماد فکری اپنی ہے۔ عارف

کیا مولانا بنا تائیں گے کہ کوشا جرم تھا جس کی بناد پر یہ قبضہ بن منصفانہ کی جا سکتی ہے؟ پھر کیا مولانا کو یہ حکومت نہیں کہ مولانا کے بعض اخبارات پر ایسی خبروں کی اشاعت کے سلسلے میں حکومت مقدمہ جلائی رہی ہے جس سے کہیں بڑے اشتغال ایکیز جھوٹی اور فتنہ پردازانہ خبری ہندو پریس آگئے دن شائع کرنا رہتا ہے۔

روزنامی ہے کہ سیکولر ادم کے دستور نے ہمیں بہت کچھ دیا تھا مگر دستور خلاصہ والوں نے ہماری ہمی پیدا کر دی۔ خود مولانا بھی ذمہ شکایت ہمارے ہم نواہیں بھروسہ کیسا جھوٹ ہے جس کا جادو مولانا کی داشت میں ہو لانا بودھی کے سر چڑھاڑ پول رہا ہے۔ ہم سچ کہتے ہیں یہ کہیں زیادہ پھر مولانا کے ساری اور بذک سلامتوں کے لئے باقاعدہ اعلان کر دیجی کہ اخیر مسادیاں حقوق نہیں دیتے جا سکتے۔ انکریک مقالہ میں سچ ہیں۔ انھیں صرف یہ اور یہ دیا جاسکتا ہے۔ وہ پھر دیا ملائیں ہے وہ اسی طرح ایمانداری سے درج ناموں کو دیا جائے جو طرح اسلام صداقت اور صفائی سے درج کرتا ہے اور پھر مولاد جل مفریکے یہ دیدیا جائے۔ بحال اس سے کہیں پھر ہے کہ کاغذ پر تو ہمیں برابر کا شہری کہا جائے مگر عمل کا مام دہ ہو جو ہماری زبان سے ہمیں بلکہ سلاموں کی سستی پڑی قوم پر حکمت اور طنز دوست جماعت جمیعت العلماء کے آرگن کی زبان سے آپ سنتے رہتے ہیں۔ اچھوت اور خود رسم سے اچھے کو انھیں ہر طرح نوازا جاتا ہے۔ ہمارے ساتھ اور طبقات میں حالیہ ہیں، ہمارے بائیس لاٹھ دھنلوں پر بھی زبان تکے بچھ کپٹے کی زحمت گوار انھیں کی جاتی۔

مولانا بودھی پر ماشل لاسکے غصہ زمانے میں جزو جزو نہ کرنے کا طعن کئے واسطے ذا ایہ تو بنا ہیں کہ اپنی فراخ دل سیکولر حکومت کے زیر مایہ انھیں نے سالہا سال میں جزو جزو کا کوشا کار نامہ اتحاد دیا ہے۔ کیا وہ اتنا بھی کر سکے کہ فضاب کی کتابوں سے صریح اسلام دشمن مولاد کو فالج کر دیں۔ کیا وہ اتنا بھی کر سکے کہ غیر مسلموں کے قضیں بھی ہر ہی صدر مساجد کو واپس لینا ہو۔ کیا وہ اور دو اس کا شیخ دلوںکے

کس کے قلم کی پوسٹی ہے۔

ہماری اپنی حق پرستیوں کا عالم تو یہ ہے کہ تمام دشمنی ازادیوں کے باوجود ہم حکومت کی نیازمندیوں میں کسر اٹھا کر نہیں رکھتے اور حکومت کا رجحان الگ جماعت اسلامی کی مزاج پریسی کی طرف منطبق ہوتا ہے تو ہم بھی اپنی بھلی گل افغانستانوں کو بھول کر فوج جماعت اسلامی اور اس کے سابق امیر پر تباش و رع کر رہتے ہیں۔ لیکن زید سر و کن کلئے ہمارا طرز فکر یہ ہے کہ اسے باشنا لے مل کر اکسوی پر پڑھ جانا چاہئے تھا۔ الگ نہیں پڑھا تو اس پر طمعنے کھو۔ اسے بندول قرار دو۔

اور مولانا کی کیسے حلوم ہوا کہ مولانا بودھی نے حقوق کے سلسلہ میں کوئی جزو جزو نہیں کی۔ کیا وہ خط لکھ کر ہم بتاتے کہیں جزو جزو کر رہا ہیں۔ جزو جزو کا جتنا مدد اس میسر ہے، ان انھیوں نے یقیناً اس پر قدم بارے ہوں گے، لیکن کون نہیں جانتا کہ ماشل لاسکے درود ان دنیا کے کسی بھی ملک بھی دستوری نوع کی جزو جزو کے دروازے میں ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ مولانا پاکستانی یا ریاست ہے میسا سی جماعتوں سے پائیں ہی تم کوئی کاٹھوڈری اور دیگر ارباب ہمت کی جزو جزو ہی کا نیچو ہے کہ کاٹھوڈری قانون ماشل اٹھنے کی صبح ہی کو پیش کیا جا رہا ہے۔

رہے وہ آخری فقرے جس میں ہندوستان کی جماعت اسلامی کے لئے تحریر و تقریر کی آزادی کو مولانا بودھی کے نام پر حیثیت کے پیش کیا گیا ہے تو اس پر ہم خود کو کچھ کہنے کی بجائے ڈاکٹر اقبال ملک الرحمہ کا شعر ٹھہریں گے۔

ملا کو جو ہے ہندیں سجدے کی اجازت نادی جھٹا ہے کہ اسلام ہے آزاد

مولانا بودھی رہے ہیں کہ جماعت اسلامی کو تحریر و تقریر کی آزادی خواں میں لگا کر پیش نہیں کی گئی ہے، بلکہ وہ تو اس طرح اس کے حقے میں آئی ہے جیسے بولپٹی والے میر کوں پر بلب جلا دیتے ہیں اور اس کی روشنی میں وہ خوب بھی میر کوں پر بلب لیتے ہیں جن کا وہ جزو میں بولپٹی والوں کی نظر وہیں خارکی طرح کھٹکتا ہے اور مولانا بھول گئے کہ تحریر و تقریر کی آزادی کے باوجود جماعت اسلامی کے متعدد افراد کو جیل کی ہوا کھلائی جا پڑی ہے۔

مولانا کے دل ان ہی ادارے پر چونکہ پاکستانی حالت افراد کے لئے دھوم رہے ہیں اس لئے قریب تر کی کہتا ہے کہ مسلمانوں کا خطاب ہم ہندوی مسلمانوں سے نہیں پاکستانی مسلمانوں سے ہے۔ الگر جو درست ہے تو ہم اخپن یقین دلاتے ہیں کہ ان کے ادارے قطعاً بُرکار گئے۔ جہاں تک ہوا نامور دردی اور ان کی جماعت کا تعقل ہے وہ قوتوں ہی کو نامور دردی نام سوالات کو سمجھتے ہی کو شکش کر چکے ہیں اور اس کو شکش کرنے سمجھتے ہیں جو کچھ وہ سمجھ پائے ہیں اسے پولے شرح و بسط کے ماتحت اپنے لفڑچر میں پیش ہجی کر دیا ہے۔ اب اخپن اس تفصیل میں کی ضرورت نہیں کہ دین کیلئے ہے اور مقصود دین کیا۔ اب تو اخپن آپ یہ ہتھی ادیکنے کا اس ذی اقتدار گروہ سے وہ کیسے نہیں جو شے نہیں کو مسلمان ہے تم رہنی و فکری اختیار سے الدم پوریں اور عملی اعتبار سے اسلامی معاشرت پر چلتا پھر تا طعن ہے۔

اور جہاں تک باقی پاکستانی عموم کا تعقل ہے تو اپنی اقدار کے تبعیں ان میں کی اکثریت نہ لئے گی ہو اکارخ اس حد تک پہچان ہیں کہ لاکھوں روپے روپی شراب لکھ کر اجی ہیں لندھادی جاتی ہے اور علم خواہیں غازہ ولپ اٹک لگا کر کھلے نقابے پر قسم اور ہے بار اردو میں ترددوں کی دل پیروں پر قہقہے لگانی پھری ہیں۔

لیکن انگر "مسلمانو" کا خطاب ہم ہندوستانی مسلمانوں کے لئے بھی ہے تو یہ صریح بھی ہوا ناہی کے ذلت ہے کہ اس جن خطا کے ذم میں وہ ہمیں کیا سوت دیتا چاہتے ہیں۔ ظاہر تو کچھ پتا ہیں چلتا کوئی حقائق میں جو سمجھدی ہے غور و فکر کا مطالبہ ہے۔ نیز سمجھدی سے مراد کیا ہے یہ بھی ہم ہے۔ آخر ہمارے کس قصور پر یہ تبعیہ و سرزنش ہے؟

اگر کہنا صرف اس قدر ہے کہ مسلمانوں کو اخلاق عالیہ اور امانت و تقویٰ اختیار کیا چاہئے تو بے شک یہ ہدایت سر اکھوں پر گمراں کے لئے ان غیر متعلق اداروں کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ ہدایت تو براہ راست بھی دی جا سکتی تھی اور جماعت تبلیغی یہی کام کر بھی رہی ہے۔

کیا ہے مسلمانوں کے جان والی پرائی دن لٹٹنے والی قیامتیوں کو دکھ سکے۔ کیا وہ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے تصرف کا مشکل حل کر سکے۔ اور تو اور یعنی اب مکملوں میں مسلمان بچوں کے لئے بھی نافذ کیا جائے ہے کہ وہ ہندو ہی ہر ایں کی علی رسم اور عادات میں علامہ شرکت کریں۔ ہے کوئی جو سیکولر ایشیٹ کی اس جاریت کے مضمون لگام دے سکے۔ آخر ہم بتایا تو جانتے کہ دس مرحلے سے باشہ لاسے پہاڑ تو ٹھنے کی آس باز ٹھنے والے خرد جدوجہد کا کوئی ناشاہ نہ اور ریکارڈ نام کر سکے ہیں۔ اگر انہوں نے وا جھی جدوجہد کی ہے اور پیغمبر ہجی پرده ساتوں یہی اس کا کوئی تیجہ برآ رہیں ہوا ہے تو ہوا نامور دردی پر غاذی اور جماہی پیغمبر کیا کیا رہیں دلتا ہے۔ ہوا نامور دردی نے تو چانشی کا حکم پائے کے بعد بھی حکومت کی اس شکش کو ٹھکرایا تھا کہ معافی انگلی پر ہو جاؤ۔ رحم کی درخواست کردا ہوا جان بجا لو۔ ہمیں کم سے کم ایسی مودودی حلقوں میں تو کوئی ایسا جیلا تظریف نہیں آتا جو ان زیادتیوں کے سلسلے ہی میں سیکولر ایشیٹ کے خداوندوں سے ٹکرایا ہے جن پر دہ آئے دن احمد بن سعید کو کتار ہٹاتا ہے۔

ادارے کے خلائق پر ہوا نامے ٹرے سے درہ مندانہ نہ رہیں سزا یا:-

"مسلمانو! خدا کے لئے عقل و ہوش سے کام لو۔ نسلتے کی ہو اکارخ بیجا لو۔ یہ سمجھنے کی کو شکش کر دو دین کیا ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ ویغیرہ از طرق دعوت و تسلیخ کیا تھا؟ ہر زمانے کے تھیمار محمد اہم ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں اقامۃ دین کا مقصد یہ تو کہ جاں پر سکتا ہے؟ جو قوم حقائق پر سمجھدی سے خود کرنے کی عادت ترک کرے مغض پنڈ نعروں کو اتنا سرمایہ حیات بنانے پر قاعۃ کرے اسکی زندگی کو استحکام دو۔ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کافی بنضافت حسینیا۔"

خوبی بر کی شاخانی اور علماء کی تحقیر و تعھیک۔ پورے ادارے نے میں قرآن و حدیث اور ائمہ و فقہار کا سایہ تک ہنس لتا۔ ہر دعوے اور حجت کی اساس اسی بیویں صدی کے ان عوامیں دلخفیعین کے خیالات پر رکھی گئی ہے تھیں اسلام کے اہم اساسی مسائل میں کوئی مستد ہی بھی مسئلہ بنائے تو بنائے سے اس کی توقع نہیں ہو سکتی۔

لفف یہ ہے کہ جو نیادی عقبہ کسی حکومت کو اسلامی بنائے ہے یعنی خدا اور رسول کو حرف آخر انسان سے مولانا کا بارے نے نہ پہلے دو اداروں میں چھوڑا ہے تو تمہرے ادارے نے میں سکا ذکر ہے میکول ازانم کی عجیں دنائیں میں ادھر ادھر کے غیر اصولی دلائل بے محابا سپرد قلم فرماتے چلے گئے ہیں، میکن قرآن و سنت اور صحابہ و ائمہ کے توشیں فرمودہ اصول دینا دی کی پرچمیں نکل ہم پر نہیں پڑنے دی۔

ہم دلی رنج کے ماحصل اعتراف کرتے ہیں کہ یعنی مشفت نزد گئے اداروں کا تعاقب ہمارے لئے کوئی خوشکو ایضاً نہیں میکن جو ادارے نے نصوف حق اور باطل میں المیاس سدا کرنے والے ہیں، بلکہ وہ صاف طور پر اس گیرہ کی تھیف و تقصیں کرتے ہیں جو اسلام پر جان بچا دو کرتا ہے اور اس طلاق کی خوصلہ افسانی فراستے ہیں جو مغرب زدہ استادوں اور مستشرقین کی کتابوں سے اسلام کا علم حاصل کر کے اسلام کا سب سے طریقہ من بناؤ اے تو یہیں اپنا سکوت ایک جنم معلوم ہوتا ہے۔ ہم خود کو تجوہ پاٹتے ہیں کہ دین و ملت کے مقادی خاطر ان کے تصرف ادارے پر بھی اسکے ماہ زبان نفت درازیں۔ د بالمندا توفیق۔

وجدو سمعاع

از شیعۃ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ
حکما بجانا، قولی عرض وغیرہ کے باشے میں بنیظیر گفتگو۔
پیش لفظ در تخلی کا ہے۔ یقینت ایک روایہ

مکتبہ بخاری دیوبند (دیوبندی)

لیکن اگر مولانا مودودی کی آڑ میں ہندوستانی جماعت اسلامی کو تنبیہ کرنی مقصود ہے تو گردن کے تیجھے سے تاک پڑنے کا انداز اخیر نہیں کرنا چاہئے تھا۔ آپ کی طلاق سے پاکستان مسلمان اور مولانا مودودی کوچھ بھی کرو رہے ہیں۔ آپ تو سے بتائیے کہ ہندوستانی مسلمان کیا کریں اور ہندوستانی جماعت اپنی کن کن غلط منکروں سے رجیع فرمائے۔ صاف صاف آپ نے ہندوستانی جماعت اسلامی کا نام نہیں بیا، مگر آپ کی شعلہ بانیوں کی تمام نہ اسی پر طبقی ہے، یونکہ یہی بھی اگرچہ آپ بھی، مولانا محمد ریاض بھی اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی طبے زور شور سے اسلامی تنظیم، اقامت دین اور اعلائے کلام الحق کا نام بیا کرتے تھے، لیکن اب یہ جرم صرف جماعت اسلامی کو بھی ہے اور ایک ایسے نازک وقت میں جب کہ حکومت وقت کی کتابوں میں جماعت اسلامی کے لئے نفرت و انتقام کی چینگاریاں صاف نظر آ رہی ہیں آپ کے ادارے نے جماعت کے خلاف ایک شد، ایک ایک ایام اور ایک تر غیب کا کام دے سکتے ہیں۔ کیا صحیح آپ بھی یہی سمجھنے لگے ہیں کہ ہندوستان کی جماعت اسلامی فرقہ پرست ہے۔ باوقی ہے۔ اسلام سے جاہل اور زمانے کے تقاضوں سے بے ہرہ ہے؟ اگر سمجھنے لگے ہیں تو خدا کے لئے آپ ہی صحیح اسلام کی لشاندہی کیجئے اور اس حق جماعت کو تسلیم کر کام پیوں نہیں بیوں ہوتا ہے۔ ہم اور ہمارے جیسے لاکھوں مسلمان تامدی کی تدریجی موت سے نیک آچکے ہیں۔ جماعت اسلامی کی خوش خیالیوں سے تو ہم کچھ نہ مل جمعۃ العلما کی قوم پرستیوں نے بھی ہم کوئی روشن راہ نہیں دکھائی۔ آپ اگر پر ایک دو پریشان بھیڑوں کی قیادت فرا رسکیں تو یہ وہ کارنامہ ہو گا جس پر تاریخ آپ کا نام سونے کے حروف سے لکھی گی۔

اس وقت جب یہ پرچمیں پاچکا ہے میر بربان کا تصریحاً ادارے بھی جلالی ملائکہ کے بربان میں ایسا ہے یہ سب سطحیوں سے لیکن اس کی طوالت میں مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے غیر پرکھو تھلے اندازیں چھینٹے اڑائے کے سوا اگرچہ ہے تو جوش

ایک جاننا پہچانا، قدیمی سرمه۔ جسے ہزاروں آدمی روزانہ استعمال کرتے ہیں۔



یہ مت سوچئے کہ خدا نہ است جب آنکھوں پر کسی مرض
کا حملہ ہو جائے گا یا بینائی کم ہونے لگئی اُس وقت
دریجھف استعمال کریں گے۔

دورانیشی اور دلنش مندی کی بات یہ ہے کہ ابھی سے
دریجھف کے استعمال کو معمول بنائیتے تاکہ مکملہ اور فرن
کے لئے آپ کی بینائی کے خزانے میں بیش از بیش قوت
بدارفت تجمع ہوتی جائے اور داعلی یا خارجی اثرات
الگ بھی آنکھوں پر حملہ آور ہوں تو جمع شہ قوت
بدارفت اٹھیں یعنی پھر دھکیل دے۔

■ ایک تولہ پانچ روپے
■ ۶ ماشہ تین روپے
■ ڈاک خرچ دیڑھ روپیہ
تین شیشیاں ایک ساتھ طلب کرنیوں اونکو مخصوص ڈاک خرچ

دار الفیض رحمانی (دیوبند) (یو-پی)

تفہیم الحیث شد

حسن اخلاق

حضرت ابوالحیدزاء سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:-
ما من شیئٰ فی الامیزان اتّقِلْ مَنْ حَسَنَ الْخُلُقَ (الادب المفرد للبغاری)

ترجمہ:-

کوئی شیئٰ حسن اخلاق سے زیادہ وزنی نہیں ہے ترازوں میں۔

یہاں تک کہ عابروں کے ساتھ بھی اسے بسا اوقات کسی نہ کسی نوع کے تعقیل سے داسطر پیش آتا ہے مثلاً اس نے گائے بھیس اور غیان، بکوتہ، بکریاں وغیرہ پال رکھی ہیں۔ یا ایک لوگ اسکے یہاں آتی جاتی ہے۔ یا ایک لکھا اس کے دروازے کی چوکیداری کرتا ہے۔ انسان و جوان کے ان تمام تعلقات میں اسلام نے واضح ہدایات دی ہیں اور انھی ہدایات پر عمل کرنے کا نام حسن اخلاق ہے۔

جب ایک انسان کا دوسرا انسان یا جاگو سے حسن اخلاق پر تنا اسلام میں محدود ہٹھر اور ہات خود بخوبی دینے والی ثابت ہو جاتی ہے کہ انسان کا جو تعقیل اپنے مالک دھالن سے ہے اس کی رو سے جتنے بھی فرائض انسان پر عائد ہوتے ہیں، ان سب کو صحیح طور پر پہنچنے کا ارادہ اسی پر ہے کہ اخلاق کا اسلامی مفہوم و مصادر اسی طور پر تجویز کیا جائے۔

ایک انسان یا جاگو کو ایذا دینا، ان کا دل رکھانا، ان کا حق نا زاید اخلاقی اور علم پر مسلط ہے تو اللہ اور رسول کو نار ارض کرنے کی خیں اذیت دینے اور ان کی ہدایات کو نظر انداز کر دینے اگر بد اخلاقی اور علم پر مسلط ہے تو اللہ اور رسول کو نار ارض کرنے سے بڑھ کر یہ اخلاقی اور علم کیا چیز پر مکتنی ہے۔ اسی لئے یہ گلیہ یاد رکھیے کہ انسانوں اور جیواں کے ساتھ

تفہیم:-
اخلاق کسے کہتے ہیں

سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام میں اخلاق حسن (خلق) کا کی مفہوم ہوتا ہے۔ یہ سمجھ لینا اس لئے ضروری ہے کہ موجودہ ذریعیں باطل انکار و تصویرات سے فلبر و قلطھنے کرنے والی الفاظ و اصطلاحات کے مفہوم و مصادر اسی میں نہیں تجدیں کریں اور قسمی سے بھی تبدیل شدہ مفہوم و مصادر نہ صرف غریسلوں کے اذہان میں بلکہ بے شمار مسلمانوں کے راغبوں میں بھی جاگزیر، ہزارہ گیا ہے اور اس لئے بھی ضروری ہے کہم تکے اس باب کی متعارفہ دردایات میان کرنے والے ہیں۔ ان سب کو صحیح طور پر پہنچنے کا ارادہ اسی پر ہے کہ اخلاق کا اسلامی مفہوم و مصادر اسی طور پر تجویز کیا جائے۔

انسان کی طبیعت میں اللہ نے اجتماعیت اور مدنیت رکھی ہے، لہذا انگریز ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے اسے مختلف قسم کے رشتہ و پیوند سے مالپر ہوئے۔ اولاد، زوج، قریب و دور کے رشتہ دار احباب، پڑوںی، اہل وطن، بہادران دین و ملت بڑے چھوٹے ہم عمر بھی طرح کے انسانوں سے اس کا رشتہ ہوتا ہے

یہی حال چری ڈکھنی خصوص ارشوت متنی اور دیگر معاشر کا ہے کہ ان کے مترجمین کے ساتھ عفو درگذرا کا سلوك کرنا جنم وغیرہ قرار پایا اور انھیں مسترا واقعی مسزادیتی ایسی حسن اخلاق کے دائرے میں شمار کیا گیا۔

جب پہلی بار ناظم برات ہے کہ وہ افعال و حرکات تو ہرگز ہرگز حسن اخلاق کے دائرے میں نہیں آسکے جو کئے ہیں آخرت کا ہولناک عذاب ملے کیا گیا ہو جن آئندہ ناخوش ہوتا ہو اور جن کے نتائج پایان کا دنیا میں بھی خراب ہی نکلتے ہوں۔

اصحول کی حد تک دنیا ہم سنتھن ہے لیکن وہ چنانکہ اسی دنیا کو سب کچھ سمجھنی ہے اور آخربت کا کوئی واضح اور جاذب تصور وسے ذہن و قلب میں نہیں ہے اس لئے وہ اخلاقی امور کی تجھیں تعین ان کی سچی تکلیف و صورت سے کہنی ہے اور ماذی اعتبار سے بھی وہ بالکل تدبی خمرات و اثرات کی بیشاد پر فصل کرنے کی وجہی ہوتی جا رہی ہے اسی لئے اخلاق کے معاملہ میں جا بجا اس کے اور اسلام کے نظریات میں بھاری فرق ہے۔ اسلام صرف مقام واجد اور فرمی نتائج کا طالب نہیں وہ دور تک دیکھتا ہے اور ایک ایسی زندگی پر اطمینان رکھتے ہیں جس کے مقابلہ میں یہ دنیاوی زندگی ایک لمحہ گزیر پاسے زیادہ نہیں ہے۔

اصحول نکتہ پر اسی سطرين ہم نے اس لئے سپرد فلم کی ہی کہ آپ ہر معاملے میں خود بھی حسن اخلاق اور سو ما خلاقی کی تمیز و شخصیت کر سکیں۔ اس دور میں خاص طور پر یہ آفت آگئی ہے کہ بے شمار بدا خلاقوں کو حسن اخلاق کا نام دیدیا گیا ہے اور خود ہمارے مسلمان ہمارے میں حسن اخلاق کے نکتہ ہی منظر پر ایسے پائے جا رہے ہیں جو پئے بطن میں خدا اور رسول کی ناراضی کا سامان چھپائے ہوئے ہیں۔ رواداری، سرمی، درگذر اور دلداری وغیرہ بے شک اخلاق حسن کی جزویات ہیں، مگر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کی حدود ری بھی ضروری ہے۔ ان اوصاف کو لیے سمندر کی شکن دیدنا جبکی طوفانی موجیں کناروں کو بھی بہالے جائیں اسلام کی نظر ہم میورٹ

سرمی ایضاً رادستی اور محبت کا کوئی بہتر سلوک بھی اسی وقت حسن اخلاق میں شامل ہو سکتا ہے جب وہ اللہ اور رسول کی نازمی کا باعث نہ ہو۔ اگر کسی دوست، غریز یا کسی حیوان کے ساتھ آپ اس نوع کا حسن سلوک برستے ہیں جو عالم دنیاوی نقطہ سے قوادھان حسن کے ذیل میں آتا ہوں المیکن فی الحیقت دہ اللہ اور رسول کی تعلیم و ترغیب کے خلاف ہو تو اسلام کی نظر میں یہ اخلاق ذمہ میں شامل ہو گا۔ اس کی مثال ایسی ہو گی جسے انہیں زخم کے لئے نشر کا استعمال کرتے ہوئے آدمی اپنی پڑک کاٹ لے۔ یا یہ اسی اسی ہو گا جسے آپ بخار اور نرمے کا علاج ایسی دل سے کرنے لگیں جو احتلاج یا سورجھم پیدا کرنا ہو ایسی ہو۔

مثال کے طور پر آج کی تہذیب میں مربات اخلاق کے خلنسے میں رہی جاتی ہے کہیز بان اگر مشراب پی کرے تو اسے قبول کرنا چاہئے یا وہ ناچ کر لئے تو اسے خدھ پیشانی سے دیکھنا چاہئے یا کوئی ناخجم عورت جسمانی سہارہ چاہئے تو اسے سہارہ پیش کرنا چاہئے۔

بلکہ یورپ میں تو یہ تک اخلاق کا جرید لازم ہے کہ تھا اپنی میزبان عورت کا بوسے۔ اسی طرح بے شمار لیے طریقہ یورپ کیا اور ایسا کیا ہر جگہ "اخلاق" کی حیثیت سے راجح ہو گئے ہیں جو اسلام کے تردید جرم و گناہ ہیں۔ خوب سمجھ تجھے کہ ان کے ساتھ رواداری برستے کو اسلام اخلاق نہیں بد اخلاق قرار دیتا ہے۔ تیکی نہیں بڑائی تھیر لیتے۔

اس بیانی نکتے کو قلب و دماغ میں اور زیادہ جائزیں کرنے کے لئے چند مثالیں اور سامنے رکھلیں۔

ایک شخص قتل کرتا ہے۔ اب ظاہر ہے اسے چھانسی پر لٹکا دیتے ہے مقتول تو زندہ نہیں ہو جاتے گا۔ اہنہا حسن اخلاق کا تفاضل ابظاہ ہر کوئی معلوم ہوتا ہے کہ اسے چھانسی دیکھا یا کہ اور جان ضائع نہ کی جائے۔

لیکن قاتل کو معاف کر دینا اپنے مضرات و مرات کے اعتبار سے نہماں خراب ہے، اس لئے دنیا نے اسے حسن اخلاق میں شامل نہیں کیا بلکہ تابت شدہ قاتل کو مسزاد بیانی اخلاق ایسیں اور اوصافیں جھوڈ کے اعتبار سے پس زیدہ قستر ارپایا۔

نہ کرم ہے۔

ترازوں سے کہتے ہیں یہ محتاج تشریح ہے۔

میزان قرآن و حدیث دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ترازوں میں اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال کو ترازوں میں تو لے گا اور دونوں پلٹوں میں بھالیں اور برائیاں رکھی جائیں گی۔

لیکن کیا یہ ترازوں اسی شکل کی ہو گئی جس سے عاری نکالیں آشنا ہیں یا اس کی کوئی اور شکل ہیزی ہے۔ اس کا واضح دوام رینا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ ہم مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کی عجیب و غریب اور خیال و قیاس سے بلند تر ہشیاء کا تعارف ایسی تمثیلات سے کہا جائے جھیں ہم سمجھ سکیں ہیں ابعاد نہیں کہ میزان کی حیثیت مغضّ تمثیل کی ہو اور جس شے سے انسانوں کے نیک و بد اعمال کا ٹھیک ٹھیک وزن ہو گا وہ فی الحقیقت ایسی ہو کہ ہمایہ حاشیہ خالی میں ہمیں کا

غایکہ نہ آ سکتا ہو۔ زیادہ قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ نکلے شمار اعمال ایسے ہیں جو کوئی جسم کوئی کیست کوئی طول و عرض نہیں رکھتے۔ پھر جو اسی شے اعمال کو تو فرشتائی ہے وہ تو نیت ہے اور نیت ایک لکھی شے ہے لہذا ہمیں جکنے کے لیے اللہ نے کوئی ایسا طریقہ رکھا ہو جس کا ہم تصور بھی نہ کر سکیں۔ مگر جنکہ ترازوں ہمکے دن رات استعمال کی چیز ہے اور ہم جانتے ہیں کہ وہ وزن بتانے میں ایسی کاملاً حماوظ نہیں گرتی۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو ہم نہیں کر سکتے کہ آخرت میں ہر عمل کی قدر و قیمت ماننے آجائی گی میزان کی تمثیل اختیار فرمائی۔

سازم پر ان لینے میں بھی کوئی استعمال نہیں ہے کہ صحیح ترازوں کی شاہدت رکھنے والی کوئی شے اللہ نے اعمال تو لئے کئے تھیں فرمائی ہو اور اعمال کو جسمانی اشکال میں تبدیل کر کے ان میں تو لا جائے۔

صلیے اعمال کا جسم کرنا بھی ضروری نہیں۔ ہم بدل دیں ہی نے جب گرمی، سردی، کھناس مٹھاں اور بے شمار غیر کمی دجن کا کری جسم نہیں ہوتا۔ اشیاء کے لئے پہنچنے

اوہ میٹر ملائے ہیں تو اللہ کی اعمال کی تقدیر و قیمت کلبے مثال بروڑ
ہمادیتے ہیں کیا دشواری ہو گئی جو جو سب ستوں کا بیکار آسمان اور پوری کائنات ہی اس نے کیں ہیکون کے اعماق سے جنمائے
چالیں پر کہ اعمال کی ترازوں کے باشے ہیں کسی بھی شخص کو اس ذہنی رنج کا دی ہیں پڑنا چاہئے کوئہ کسی کل کی ہو گئی اعمال کے ساتھ ملیں گے ثبات و کیفیات کا ذریں کوئی ملکیت ہے اور ذلک۔ یقین کرنے کی بات صرف یہ ہے کہ کوئی ہم دنیا میں کوئی گھم ہیں وہ فضایی محلیں نہیں ہو گیا بلکہ نہ کہتے حفظ ہے اور اس کا حساب کتاب ہیں آخرت میں دینا ہے۔

مرزا غالب خوب کر گئے ہیں ہے۔

یک ایک قدرے کا مجھے دینا پڑا حساب
خوب جگر و دیعت مرگاں یار تھا

اخلاق کا صطلاحی مفہوم

اصدیک طیور بالا سے معلوم ہوا
حقیقاً تو اخلاق کے فہمیں ایسا کو اس طور بالا سے معلوم ہوا
تمام عادات بھی داخل ہیں بلکہ عادات کو ارسل الاعلام اور اہم الاعلام کی وجہ پر بھیجیں لیکن جب اسے ایک صطلاح کی
حیثیت سے بولتے ہیں تو اس کا مفہوم ہے اکثر تابع تدبی تعلقاً
ہے اور نیت ہے اور نیت ایک لکھی شے ہے لہذا ہمیں جکنے ہے کہ ہمیں کوئی ایسا طریقہ رکھا ہو جس کا ہم
تصور بھی نہ کر سکیں۔ مگر جنکہ ترازوں ہمکے دن رات استعمال کی چیز ہے اور ہم جانتے ہیں کہ وہ وزن بتانے میں ایسی کاملاً حماوظ
نہیں گرتی۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو ہم نہیں کر سکتے کہ آخرت میں ہر عمل کی قدر و قیمت ماننے آجائی گی
میزان کی تمثیل اختیار فرمائی۔

سازم پر ان لینے میں بھی کوئی استعمال نہیں ہے کہ صحیح ترازوں کی شاہدت رکھنے والی کوئی شے اللہ نے اعمال تو لئے کئے تھیں فرمائی ہو اور اعمال کو جسمانی اشکال میں تبدیل کر کے ان میں تو لا جائے۔

صلیے اعمال کا جسم کرنا بھی ضروری نہیں۔ ہم بدل دیں ہی نے جب گرمی، سردی، کھناس مٹھاں اور بے شمار غیر کمی دجن کا کری جسم نہیں ہوتا۔ اشیاء کے لئے پہنچنے

معظم شہر افاق مصطفیٰ محمد حسین بھل کی دینی تحریر کرتا ہے۔
البونکر خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حیات
 سارک کا ہمدرگیر رام اور بھرپور مطالعہ۔
 قیمت پانچ روپے

عمر فاروق عظیم خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت
 سیر حمال سوانح حیات۔ قیمت نو روپے۔

ایک پاہے کئے کیا تی طاری تھا۔

ماں ہے کہ اخلاق کا دارہ بہت کوچھ ہے اور اسلام
 کی اخلاقی تربیت عیار اسلامی طرز فکر کی طرح احتیاطی نہیں ہے۔
 تمہاری بیوی و تاریں کے دنیاوی نظریات میں تو اخلاق کا معیار بدلتا
 رہتا ہے، مگر اسلام میں یہ معیار نہیں بدلتا۔ کوئی کہ اسلام انسانی
 فکر وہ ہے جس کی صفت نہیں ہے بلکہ اُس خالی کائنات کا
 دین ہے جس کی منت میں تبدیلی ممکن ہے۔

شہزادہ حسن

مکونزم اور کسان مکونزم کو ایشیائی نقطہ نظر سے سمجھنے
 سمجھنے کی کامیاب کوشش جیسا مشارکت
 دستا دری خداون سے مرزا ہے۔ ڈھانی روپے۔

سوٹ نظام کی چھ کنجیاں دلائی پرستی ایک
 سمجھدہ اور معادی کتاب جو دیجیب بھی ہے اور حقیقت افراد
 بھی۔ صفحات ۲۲۲ قیمت صرف ایک روپیہ۔

آزادی کا ادب بعض مختصر مقالوں انسانوں،
 اور انسانوں کا جمود و حصیں

نیکتی بھری مقاصد کے تحت چھپا گیا ہے۔ مجلد تین روپے۔

تھی دنیا کی جھلکیاں (۱) (ہمارے دور کا القاب)
 نظام (۲) (موجوں سماج میں طبقاتی

نظام) (۳) (اقتصادی نظام) (۴) (اقتصادی سامراج)۔

ان چاروں میں سے ہر لیک کی قیمت چار تین ہے۔

عالیٰ سیاست میں جمہوریت مصنفہ مذکورہ ترجمہ

متوجهہ۔ گوپا متن۔ قیمت آٹھ تین۔

آزادی کی تھی و سعیں مترجمہ۔ گوپا متن۔

قیمت آٹھ تین۔

شہزادہ حسن کے قاتق مسلمانوں کی داشتائی بحث
 اشتراکیت کے میں مہرجو شادی کے سایہ
 ظلمت میں مسلمانوں پر کیا گردی اور کیا گذر ہے۔ ایک کہانی
 ایک تاریخ ایک تینی رستاویر۔ سوار و پیہ۔

حسن کے مسلمان ان کروڑوں مسلمان کیا ہوئے؟ وہیں

مکونزم کی آدم خودتی کا دستا دری ترکہ۔ صرف چار آنے

سرخ حسن سے فرار اشتراکی حاکم اپنے دعوے

ایک بحث جہاں بڑیوں، تازیانوں، قلادوں اور شعلوں کے
 سوا کچھ نہیں۔ خوبیے بحث جس سے بھائیتے کے لئے لوگ
 اپنا جان و مال سب کھو داوس پر رکادیتے ہیں۔ خیر آپ یہ
 کتاب بڑھتے۔ ڈیپھر و پیہ۔

اور بیانگی بہترانہ ذرا دیکھو۔ وہ کروڑوں خبردار کر

کا سے عجاشا بوجھ پت پر اٹھائے جاؤ رہوں کی طرح جیلی جا رہی

ہے۔ ہر آن ان میں سے کتنے ہی بدھسب تھک لگ گئے ہیں اور
 دم توڑتے ہیں۔ یہ ہیں ہے۔ جبرا استبداد کا ایک سیع و غرض
 جل خارے پڑھتے ہیں حقیقت افراد کا ضرور پڑھتے۔ صرف ایک تین

جگہ خدیث لخت

لطف ہے کہ فرقہ پرستی اور نہبی جنوں کے سلسلے میں کمی ہے۔ جماعت کا شعبہ نام موصوف کی بارگاہ اعلیٰ میں شرف باریاں نہیں پامراکا۔ حالانکہ براۓ سے بیت تو پیڑت نہ رونک بعض ہے۔ وہ جماعتوں کی فرقہ داریت کا اعتراض داعل ان کو چکیں۔ اسکا مطلب اس کے سوا آیا ہو۔ مکاتبے کے بعض اور ارباب اقتصادی طرح موصوف بھی سیکولر اسلام کا عملی مفہوم بھی قرار دیتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ بھی الفحاف نہ ہو، اُخْسِنِ حی بھر کے رکندا جائے اُن سے بیرون رکھنے والے خاصروں کی مکر قصیٰ حاجتے اور کردار، صمیر اور عدل و دیانت کا کوئی تقاضا نہ کم عدالت کے حروف دسے باہر ان کے معاشر میں ہرگز ہرگز پورا نہ رکھنے پائے اگر ورزارت داخلہ کا ذہن بھی بھی ہے تو جھٹا جائے کہ ہوئی کے زندگ ابھی اور گھرے ہوں گے، بستت کے پھول ابھی اور آگ آگیں گے، درد سے کراہتے زخمیوں کی رگوں سے ابھی اور لمبے سوچڑا جائے گا اور جس لذب و افتراء کو دیں سے سچ کر دھانا ملکنے نہ ہو گا اسے با تو سیفی ایکٹ جیسے قوانین کی آئخ دیکھ کر کیسا الگی کاملاں دھاما جائے گا یا پھر مقدس بھارت ماتکی سر زمین سے نئے جلبور و سالگر اور نئے علیس گاہوں اور سیتا مردی عجمن گلتے ہوئے اُبھرں گے۔

کون نہیں جانتا کہ انسان گوششت کا ایک لوحتہ ابھی تو دس نہیں کی پخت و پیڑ کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ گھنیمان تھم ریزی دلے روز بھی نہیں اپنہاں احتیں۔ ہر نماں نہاد خساد جو مسلمانوں کے جان و مال پر پڑتے تھیں تو رضاہ ہر ایکاں ایک اخراجی تھیں پر مرسوں جانتے کامدد اُن نہیں تھا، بلکہ اُنکے

ہمارے آقا!

ابھی چند ہفتے ہوتے دزیر داخل جاپ لالہ بہادر شاہزادی نے پارٹیٹ میں جماعت اسلامی پر جس جوش و خودش و توقیر آمیز لمحے میں الزامات کی تو پہ داغی ہے اس کا دھاکہ نہ اس با خبر ملقوں ہر ہی شخص چکا ہے۔ الزامات بھی ایسے دیے نہیں فرمایا گیا۔

"جماعت اسلامی نہ صرف ایک نہبی جزوی اور فرقہ وارہ جماعت ہے، بلکہ یہ ایک خطرناک اور دھن بخش جماعت بھی ہے۔ اس کا مقصود ملک میں اسلامی روح قائم کرنے کا ہے اور یہ بار بار پیش کریں گو جہاد کی تیاریاں کرنے کو کہہ جویں ہے اور یہ تحریکی مسکن گیوں میں بھی حصہ لے رہی ہے۔"

گویا جن چر اُنم پر یعنی تک دی جاسکتی ہے انکا لازم مندرجہ امام کے استغ فناز قرآنی جماعت اسلامی پر لگتا ہے، لیکن لگانے کے بعد نہ گرفتار ہوں کہ نئے یوں بھی نہ کسی عدالت میں سیس دائر کیا گی۔ اگر دزیر داخل کو یہ سچ ہونے کا یقین تھا تو ان پر لازم تھا کہ صرف زبانی شعلہ فشاںی پر فناعت نہ کرستے بلکہ خوفناک جھوپوں کی اس جماعت کو سیدھے عدالت کے کٹھروں میں پیچا کر دیتے۔ ایسا نہیں کیا گی اُن دنیا دی سائچ اخذ کرے گی۔ یا تو دزیر داخل کو خود بھی اپنی چھانی کا یقین نہیں یا یہ سروہ خود بھی دھن دشمن ہیں کہ تدریت کے باوجود دھن دشمنوں کو آزاد چھوڑے ہوئے ہیں۔

جیشیت الہی ہی ہے جبکہ ہندوستان کی مختلف پارٹیاں اپنے اپنے نظریات و عقائد کے اخمار میں بھی ہیں۔ تیک کیونکہ اگر تم اگر نہیں حق بجا رہتے کہ ساری حکومت اشراکی اصولوں کو قبول کرے، ایک جن شعبی اگری اعلان کیئے میں کہ دن زدن نہیں ہے کہ ہندوستان میں رہما راج خانم ہونا چاہتے۔ تو کوئی مسلمان یہ آرزو رکھتے اور اسے ظاہر کرنے میں کوئی حق بجا رہتے نہیں ہے کہ وہ ہندوستان میں ان پاکیزہ اصول و آئین کی بالادستی چاہتا ہے جن سے بڑھ کر پاکیزہ و نصیفانہ اور انسانیت نواز اصول و آئین کا اس کے نزدیک دنیا میں وجود ہی نہیں ہے۔ اہذا یہ ضروری نہیں ہے کہ جماعت اسلامی کی مظلومت کا اعتراض کرتے ہوئے سیکولر اذم کی دناداری کی بھی غیر معنوی نمائش کا اہتمام کیا جائے۔

اور جہاں تک "انا" کا تعلق ہے تو جماعت سے اختلاف رکھنے والوں کو خوب سمجھ لینا چاہتے کہ وہ وقت بھی کا آچکا ہے جب تمام خصوصی ڈھونڈی اُناؤں کو ایک طریقہ ایسیں تبدیل کئے بغیر جیں کے دوساری بھی لینے دیجیں۔ قدرت کا دست انتقام کے گھانہں ہتھ بھاری اقتراق پسندیاں اتنما المُؤْمِنُونَ اخواہ کے آستانے پر مسجدہ سپوہ نہیں کریں گی۔

عن طرازی کا حامل یہ ہے کہ وزارت داخلہ جسے منصب پر فاضن ہونے والے کسی بزرگ کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی قدری جماعت پر ایسے الزام لگاتے جنہیں وہ عدالت میں ثابت نہ کر سکتا ہو۔ حکومت کا نشتر بھری شے ہے اگر صاحب کردار لوگ دی ہیں جو اس لئے کو مددے میں بجا جائیں تو کہ یہی لہریں خدا کی کاروباری شروع کر دیں۔ حدیث کہ جماعت اسلامی سے وزیر داخلہ سے افہام و تفہیم کا وقت مانگا تو تادم بخیر یہ اس کے جواب میں بھی خاموشی ہی خاموشی ہے۔ گویا خود وزیر داخلہ بھی اپنے آپ کو اس بوزیشن میں نہیں پائے کہ ملزم کے سامنے اپنے الزامات کی کوئی تحقیق دلیل پیش کر کے سفر خرو ہو سکیں۔

تجھ پہلے ڈالے گئے تھے۔ اس کی آبیاری پہلے کی جان ری تھی اب اُنگریز کل پرسوں یادو چار ماہ بعد کہیں شادی کی تھی تسلیم ہے ایسا ہاتھی ہے تو یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ اس کے تجھ اُجھے ڈالے گئے ہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ وطن دشمن جماعت اسلامی پر یا اس کے عناصر میں مسلمانوں کے کسی بھی فرد یا گروہ پر اب جو حملہ ملک کی کسی بھی میں ہو گا اس کی تمام تر ذمہ داری فریز داخلہ ہی پڑے۔ فساد کی جیشیت تو طوائف کی اولاد جسی ہے، کون دعوے سے کہہ سکتا ہے کہ طوائف زادے کا اصلی ہے کون ہے الیکن یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ پیدائش نظریہ پاپ کے ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بات غوراً مشکوک ہی رہتے گی کہ شادی کی ختم مریزی کس نے کی۔ کب کی۔ زمین پر ہل کس نے پلنا یا تھا، آبیاری کافر نہیں کوں کوں ادا کرنا تارہ مکاہد کہاں سے تھا ہوا غیرہ لگا۔ مگر یہ بہر حال یقین سے ساختہ کسما جا سکتا ہے کہ مسلمان دشمن غاصہر کو وزیر داخلہ کی گھر افغانی سے شہری ہے۔ موصوف تو ایک شریشت چھوڑ کر اپنے کاموں میں لگاتے۔ اب یہ کیا برگ دار لاتا ہے اور اس کی خوصلیہ افزایش امن و میمن غاصہر کوں نے اوقات پر ابھاری ہیں اس کا استوار ہم مسلمانوں کو سامنے روک کر کرنا چاہتے۔

غیرہ سچے کہ جماعت اسلامی سے نظریاتی اختلاف رکھنے والے مسلمان بھی اس مکھی راز کو اب بچھ بچھنے لگے ہیں کہ حکومت کی جماعت اسلامی سے معاذ ان روزوں کا کیا مطلب ہے۔ اسی لئے وزیر داخلہ کی گوہر افغانی پر مسلم پریس نے تقریباً متفق طور پر احتجاج کیا ہے۔

دیسے اس احتجاج کے سلسلے میں ہمیں یہ رنج ضرور ہے کہ بعض حضرات نے اس نازک موقع پر بھی جماعت اسلامی سے اپنے اختلاف کو ایسے الفاظ میں تایاں کیے کہ کشش کی ہے جن۔ تیکولہ ازام کی خشامد اور متفق شکری کی "انا" جمالکی نظر آتی ہے۔ حالانکہ جہاں تک سیکولر ازام کا تعقیل ہے اس کے دنادار تو ہم ہی ہیں اور جماعت اسلامی بھی۔ وہ اگر اقامت دین اور نظام اسلامی کا نام لیتی ہے تو اسی

ہندو ہما سمجھا کی ورنگنگ کمیٹی نے ایک قرارداد منظور
کر کے مطابق کیا ہے کہ:-

”ہندو ہما قلت معاہدے کے تحت ایک کمیٹی حکومت
ہندو ہما کرے جاؤں علاقوں کا دارہ گرے جہاں
مشرقی پاکستان میں قساد ہوا ہے۔ فسادات میں
جو اقلیت کو فحصان پہنچا ہے اس کا جائزہ لیا جائے
اور اس کے متعلق تمام تفصیلات اتوام متحدة میں
پشت کی جائیں۔“

ہم ان لوگوں میں ہیں جو اس بات کو بالکل درست
بھجتے ہیں کہ ہندو ہما سمجھا یا کوئی بھی جماعت ہندوستان
میں اپنے مذہب کی حکومت قائم کرنے کے سلسلہ میں عالم
کو اپنے نظریات سے پُرانے اور متین انداز میں متفق کرنے
کی جدوجہد کرے۔ یہاں خدا ہمارے نظریات کی اشاعت
جا تیرے ہے تو ماری عفتاند کی اشاعت کیونکر قابل اعتراض
ہو سکتی ہے۔

لیکن شکایت اور اعتراض اس وقت پیدا ہوتا ہے
جب مذہب کے نام لیوائیں باطن کی کثافتوں اور اخے ذہن کی
نایاکوں کا نام مذہب رکھتے ہیں ذرا سوچتے۔ دنیا کا کوئوں
معقول مذہب ایسا ہو سکتا ہے جو ادھی کو اندھا، بہرا، کمیته اور
جلادین جانے کی دعوت دے۔ ہندو ہما سب جمادات و وحدات
کے سائل میں کچھ بھی تصورات رکھتا ہو، لیکن انسانی حقوق
کے بارے میں وہ ہرگز ایسے عفاند کی تعلیم نہیں دے سکتا جو
انسان تو انسان کوں اور جمیگا طروں کے لئے بھی ناگلکا باعث
ہوں۔

پھر یہ کیا تماشے کہ ہندوستان میں برباد ہونے والے
سیکھوں فسادات کے سلسلہ میں تو ہما سمجھا کے کافوں پر
عدل و دیانت کی جو بھی نہ رکھے مگر پاکستان کا جو فسالہ
کے خاد کا دعمل ہے اس پر اس کے سبب میں اتنی زور کا
مروڑا ٹھکر کر داولیا سے آسان سر پر اٹھائے۔

اس تنگ نظری، تھادت اور بے ایمان کو کسی مذہب سے
فسوب کرنا مذہب کی سخت توبیں ہے۔ یہ تو وہ ظلمت خال ہے،
جس کے سامنے آس کی سیاہ راتیں بیچ ہیں اور جس سے جگل
کے درندے بھی چنانہ ملتے ہیں۔ بے ایمان کی ایک حد یہ
ہے کہ بیوی بیان کی موجودگی میں غیر مرد کے لئے میں ہیں ٹالے
لیکن ایک انتہا بھی ہے کہ وہ سر بازار الف نگلی ہو جائے۔
— ہندو ہما سمجھا اسیں اس کا پس نہیں کرتا ہے اُن آخری
حدوں تک پہنچا پرست کرتی ہے جہاں عدل، حیا، ایمان اور شرود
صلاح نام کی کسی نئے کا وجود نہیں۔

دوسرے۔ مشرقی پاکستان کے فساد پر ضرور احتجاج کر دیں

خود بھی یہ کہنے میں تھا رہے شریک ہیں کوئی نہ ہوں پہنچے بولنا
دنیا کا بدترین گناہ ہے۔ پاکستانی حکومت کو شرم سے ڈوبہ رہنا
چاہئے اگر اس کے بیان کی کسی اقلیت کے ایک فرد کا بھی صرف
ناخون تک ناق اُنھی طریقہ جائے، لیکن ساختہ ہی اُن فسادات
کے باسے میں بھی تو مخفیہ سے چھوڑو جو تھماری ناکے نیچے آئے دن
ہریا ہیں۔ انسانیت اگر حصیں چھوکر بھی کئی ہوتی تو تھماری
قرارداد میں مخصوص ضرور شاہ ہوتا کہ ہندوستان کے فسادات
میں اقلیت کو جو فحصانات پہنچیں اس کا بھی جائزہ ملے کر
اوام متحدة میں پیش کیا جائے۔ اُنہم متحدة کس چڑیا کا
نام ہے یہاں کے فسادات کی نلائقی تو خود ہماری ہی حکومت
کے لئے نہیں ہے۔ تم حکومت ہی سے کہتے کہ اقلیت کے آنسو
پوچھو اور ایسا استظام کرو کہ آئندہ کسی بد معاملہ کو پُرانے من لوگوں
پر حملہ کرنے اور لوٹ بار بھانے کی جرأت نہ پور۔

لگرم کیوں کہتے۔ فسادات کے گلزار تو تھی ہی تجھے رہے
ہو۔ چل چھوٹ بھی تھا رہے ہی گھروں ہیں جا رہے ہیں۔ تھماری ہی
آرزو ہے کہ بھارت و دشیں میں اسلام کا نام نہ نشان تک باقی نہ
رہے۔ اور ایسی خوش قسمتی پر رنگ کرو کہ حکومت بھی تھماری

آرزوں کو غذا اور فریض کر سکی ہے اپنیں کچل نہیں سکتی۔
من لوائے دنیا والو ای ہندوستان میں ایسے بھی لوگ پر
جن کے نزدیک سلماوں کا ہیو تو نکے سر بھی مول نہیں رکھتا، لیکن
اپنے ہم مذہبوں کے ہوکی ایک بوندہ سو شہزادہ اور یہ مخت-

اور عید الفتحی۔ ان دونوں تھوڑوں ہیں ظاہری خصوصیت کے اختیار سے عیسیٰ صفحی ممتاز ہے نہ کہ عید الفطر۔ عید الفطر میں ظاہری اختیار سے اس کے علاوہ کوئی خاص بات نہیں کہ عاد لوں کے مقابلے میں نماز کی دو رکعتیں زائد ہیں۔ نماز مسلمان کا روزانہ کا بیخ وقت معمول ہے اس لئے دونوں عیدوں میں عید الفطر کا انتخاب غیر مسلمین کی نظر میں کمی معقولیت کا حامل نہیں ہو سکتا۔

ہال عید الفتحی میں جنگلی خصوصیت ہے کہ اس میں مسلمان قربانی کرتے ہیں اور جنگلی استطاعت ہوتی ہے جو کو جانتے ہیں۔ عکس علم کو اگر سیکولر اسلام چھو کر بھی لے ہوتا تو وہ عید الفطر کے ساتھ عید الفتحی کو بھی تھوڑوں کی فہرست میں کرتا اور وال آرڈنرزوں میں سے صرف ایک ہی کے انتخاب کا ہوتا تو عید الفطر کو چھوڑ کر عید الفتحی کو منتخب کرتا۔ پھر جس طرح ہندو تھوڑوں کے مخصوص آداب عبادات کی روپی مسلم مسلمان لوگوں پر بھی لازمی کی گئی ہے اسی طرح عید الفتحی کی مخصوص عبادات۔ قربانی کو بھی کم سے کم اس حد تک قوام مسلم و غیر مسلم لوگوں کے لئے ضروری قرار دیتا کہ مسلمان لوگوں کے سرپرست اسکوں ہی میں لا کر اپنی قربانیاں کیا کریں اور قوام طلباء اس تقریب میں شرک ہوں۔ پھر غماز عید مع خلیل پڑھی جائے اور غیر مسلمین بھی اس میں حصہ لیں۔

بات ظاہری عکس کا انداز رکھتی ہے، مگر خود کچھ تواں میں شرکت برپا نہ ہوئیں۔ جو نفرت اکثرت کی طرف سے قربانی کے باش میں ظاہری جاتی ہے اس سے بڑھ کر نفرت اسلام کوٹ پرستی سے ہے اور دنیا کے تمام عجب بھی ملکر شرک و فرق کی برابری ہیں کر سکتے۔ اگر اسی کامن سیکولر اسلام سے کہ مسلمان لوگوں میں بہت پرستی اور اس کے محققات میں عملی شرکت کرائی جائے اور بار بار کرانی جائے تو اسی سیکولر اسلام کا ادنیٰ استحقاقنا یہ بھی ہونا چاہیے کہ غیر مسلموں کو سال میں کم سے کم ایک بار تو قربانی کے مناظر سے بہرہ اندر وزیر کیا جائے۔ بلکہ اگر تھوڑوں میں کام آئنے والے ساز و سامان کا انتظام اسکوں ہی کو کرتا ہے تو قربانی کے جانوروں کا اہتمام بھی کوئی ہی کسکے ذمے قرار پاتا ہے۔

مگر یہ درست اعفاف ہم کہاں لے بیٹھے سنائی جا رہیت کے پھرے پر دیز پر دے تو پہلے بھی نہیں تھے۔ لشیم اور جریب کے

زیادہ قسمی قرار دیتے ہیں۔ ہمیں قوم وطن کی پوچا کا حکم دیا جاتا ہے، لیکن ان کی مذہب پرستی کا حالم یہ ہے کہ دوسرے کسی عکس میں لکھ سہم مذہب ہوں پر کوئی آئی آئے تو وہ بیلہ آٹھتے ہیں مگر اپنے ملک میں مسلمانوں پر کسی ہی تباہتی نہ ہیں ان کے ماتھ پر اتویش کا ایک مل بھی نہیں ابھرتا۔ مگر پھر بھی وہ وطن پرست ہیں اور وہ وطن دشمن! وہ قوم پر وہیں اور ہم فرق پرست! فی الاعجب!

شدھی سنتھن

اسلامی تہذیب و ثقاوت کو تج دین سے مکھی کر ہندو پریل اور بھارت کی پرا ہیمن ذہنیت کے محل تغیر کرنے کا جو سلسلہ ہمارے وطن میں آکا سہیل کی طرح پھیلتا ہمارا ہے وہ اب ایک شدید و تازک حرطے میں آپنایا ہے۔ اسکوں کی کتابوں میں تعصب اور جہالت کے مشترک تعاون سے جو زبرہ بھر اگر اتحاد ہی مسلمان لوگوں کو بیلے دین بدلنے کے لئے کچھ کم نہیں تھا، لیکن اب میک اسکوں کے نئے پر اپکش کی رو سے پوچھ کر علیم کی مدراست کی طلاق اسکوں کے تمام طلباء کو ملائقرتی مذہب و ملت ہندو تھوڑا جیتیاں منانی ضروری ہوں گی اور ملت کا تھیم یہ بتایا گیا ہے کہ پوچھا پاٹ اور جو بھی دوسری رو سیم ان سے متعلق ہیں ان میں عسلي شرکت لازمی پڑے گی۔

ہندووں کے مذہبی تھوار سائٹ اور جمیعتیاں تھوڑے بھی بھی ہیں۔ خیر سے سیکولر اسلام کی لاج رکھنے کے لئے مسلمانوں کے بھی دو تھوار شامل کئے گئے ہیں۔ محمد اور عید الفطر۔ لیکن یہ نہ سمجھے کہ جس طرح ہندو تھوڑوں کے ہندو ائمہ آداب و رسوم میں قائم مسلم غیر مسلم طلباء کی عملی شرکت لازمی قرار دی جائی ہے اسی طرح محمد اور عید کے آداب و رسوم میں بھی سب کی شرکت لازمی ہوگی۔ جو نہیں۔ ان دونوں تھوڑوں میں اوصاف صفائی وغیرہ کا اہتمام کیا جائے گا اور کچھ نہیں۔ حالانکہ اگر ناٹک پر اگر نے کے لئے غیر مسلموں سے مأتم بھی کراؤ یا جاما اور نماز بھی پڑھوادیکا تسب بھی اسلامی نقطہ نظر سے سمجھے ہوں کے سو اچھے نہ ہوتا۔

چنان تک محمد کا انتقال ہے یہ اسلام میں سرے سے کوئی تھوڑا بھی نہیں ہے۔ اسلام کے صرف دو ”تھوار“ ہیں۔ عید الفطر

ہندی سکھائیوالي ماہر انہ کتابیں

ہندی اردو ماستر۔	30 نتے پیسے
اُردو ہندی ماستر۔	50 " "
ہندی اردو لغت۔	ساٹھ تین روپے
اُردو ہندی لغت۔	ساٹھ تین روپے
ہندی دفتری اسلامات۔	دُور و پے

فارسی تعلیم کا ایک علم و نصنا

جس کے ذریعے بغیر علم کے بھی خود ہی اپنے بچوں کو فارسی سکھا سکتے ہیں۔	اصول فارسی مکمل ہر دروس۔	سوارہ پیر
معین فارسی۔	24 نتے پیسے	
دروس فارسی۔	50 " "	
لصاخ فارسی۔	22 " "	
ترجمان فارسی۔	ایک روپیہ	
رمکشل نصاب کی جگہ می قیمت		
تین روپے ۲۲ نتے پیسے)		

گھونگٹوں سے اس کے خدوخال پہلے ہی صاف نظر آ رہے تھے۔ اب یہ ہمیں گھونگٹ بھی اٹھتے جا رہے ہیں اور اس میں کسی شہر کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی ہے کہ قومی ایکتا جذبائی ہم اُسی اور اتحاد ہی سے خوبصورت الفاظ سے ہمارے یہاؤں کی کیا مراضی ہے۔ تماں ہندی ملازموں سے کتنے بھی فکر کا مقام ہے کہ انہیں کیا کرنے لیجے۔ خاص طور پر دارالعلوم دیوبند کے اکابرین ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس صورت حال کے باعثے میں فتویٰ جاری کریں۔ ابھی اخنوں نے کرنل ناصر کے ایمان کی تصدیق میں فتویٰ صادر کرنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے جالانکا اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ متذکرہ صورت حال ہر نوع اتنی اہم ہے کہ اس کے باعثے میں دارالعلم کی توضیح و اقتداء کی شدید ضرورت سے انکار نہیں کیا جاستا۔

مگر۔ المثل معاف کرے۔ ہمیں امید نہیں ہے کہ ہمارے اکابرین اپنی ذمہ داریوں سے کفا ہو، جوہہ برآ ہو سکتے۔ ان کی فالبِ اکثریت کا یہ حال ہے کہ جب تک انہیں خواہ ملتی ہے وہ اس سے بالکل بے نیاز نہیں کہ ان کے لئے یہیں یہیں پڑکیں گزر رہی ہے اور آئندے والی نسل کے لئے نہانہ کوں سے سچے تیار کر رہے۔

چھر کسے رہتا کرے کوئی؟

مشہور حقن داکٹر محمد اللہ کی احرکت الارات الیف جواب پر موضع پریکشا بھی گئی ہے۔ یا میلش روک کرم کی سیاسی ندی سفید کاغذ۔ عمدہ طباعت دکتا بت اور نقشبند و انڈ بیکس کے ساتھ شائع ہوا ہے جلد پر گین دست کرو۔ قیمت اٹھ روپے۔ مکتبہ تجھی دیوبند رہ۔ پی۔



سورة نور

ابوالا علی مودودی

اس سورۃ کی اہمیت فضیل
اور اسکی گرامنای تفسیر کی فرع
دانیادیت ہی کے پیش نظر اے
”تفسیر القرآن“ سے الگ
مستقل شکل میں چھاپا گیا
ہے
جلد طلب فرمائیے ورنہ پھر
شاید نہ مل سکے۔

تفسیرن جمیلین اور
محمد شین و فقہاء کی
فاتوانی بصیرت
(در)
اجتہاد و تفقہ کا
شاہکار

سورۃ نور اسلام کی اہم ترین اور بنیادی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ اس کی تفسیر میں مولانا مودودی
کے علم و فہم اپنے شاہاب پر نظر آتے ہیں۔

تفسیر آپ کو بتائیگی کہ ائمہ مجتہدین نے کتنی ترقی تک ٹکا ہی، محنت شاق اور بیدار ذہنی
کے ساتھ قرآن و سنت کے اصولوں سے فروعات کا انتظام کیا ہے۔
• محققانہ لیکن عام فہم • گہری لیکن سلیمان

قسم اول

چار روپے

ایک ساتھ سو طلاں کسٹنے پر حصول ڈاک بھاف

مکتبہ سخنی - دیوبند (بی پی)

عامر عثمانی

فسد کی زبان

اپریل دینی مسند کے تجھی میں آسم کے کسی حسین احمد حسٹ
اور عامر صاحب کا جواب شائع ہوئے ہے جس میں انہوں نے
لکھا ہے:-

”یہ قیامِ خجھیش کے برگ وباریں سے ہے جس کی ٹیکی
ازماں اور غلوت و رشک کی زین میں پھیلی ہر قیام ہے۔
وہی اجراء داری کا بھی ہے۔ بل این ذمہ اور حق بھی کافی ہے لیکن
کبھی ہنسنے ملت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اگر ایک
شخص اپنی کھنچ اور اپنا منہک بیان کرنے کی بجائے
دوسروں پر شرک و بدعت کا حکم لگاتے گا تو دوسروں اسکے
کیون نکارا درد بعیدہ قرازوں گے؟ کتاب دامتکے
ہر خود غلط ازیز عامر صاحب اور آئیں اور دیکھیں۔ اکابر
روایت کے سچے الشوریٰ حضرت حاجی امداد الدین صاحبؒ جو
مکی قادر سرہ العزیز اپنے ”فیصلہ ہفت شہر“ میں ملاد
قیام کے متعلق لکھا فرماتے ہیں:-

”مشرب نفیر کا یہ ہے کہ ہر سال بھل مولڈ شریف
ذریعہ برکات کچھ کو منعقد کرتا ہوں اور قیام میں پختہ
درست حسین کرتا ہوں۔“

حضرت حاجی صاحبؒ نے اس بائیسے میں علماء کو وصیت
فرمائی ہے کہ وہ اپنی اپنی حصہ برکل کریں اور خدا اعلیٰ اعلیٰ
کو حقیقی و شافعی کے اختلاف کے خل کھیں۔
”هم حقیقی تخلی سے پر چنانجاہت ہیں کہ وہ حضرت حاجی
صاحبؒ کے علی وہ نیت کے بارے میں کیا لکھتے ہیں؟“ اور
کیا لکھتے ہیں کہ ہر دیوبند کے بائیسے میں - حدیث میں یہ کہ

اپریل دینی مسند کے تجھی میں آسم کے کسی حسین احمد حسٹ
نے ایک سوال کیا تھا اور تم نے اس کا جواب دیا تھا۔ جن
قارئین کو شخصی نہ رہا ہو وہ یہ شمارہ اٹھا کر سوال وجواب پڑھی
ایک بار بھر طیہ لیں اور اس کے بعد وہ دیوار کے ملا حظف نہیں
جو اس پر حافظ انعام الدین رزم گرجی صاحبؒ نے قرایا ہے۔

خان غظاء الحب ہم سے بہت دنوں سے خفاہیں۔ ہر سکنیہ
ان کی خفنگی بجا ہو، لیکن اس حقیقی کے انہماریں وہ جو روشن انتیار
کرتے ہیں وہ کسی طرح اس لائق نہیں ہوتی کسی شریف اور
نہیں ہدہ انسان کے شایان شان بھی جاسکے۔ عجب کوئی بھی ہر
چاہیے۔ گھالیاں ہیں اگر دینی ہیں تو سلیمانی اور ہنرمندی کو بالائے
طاہ نہیں رکھ دیتا جاہیے۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ایک
لہنر مشت اور معروف قلمکار ہوتے ہوئے بھی ان کا قلم چون اور خفہ
سے آتنا منلوب ہو جاتا ہے لہن کی صلوتوں میں ذوقِ سلیمان کو
گز کرنے والی گردادت اور طبعِ قلم اور تو خوش کرنے والا بھوٹا پابن
بہت نمایاں ہو کر سامنہ آتا ہے۔

تازہ نہوزہ ملا حظفر فرمائے۔ وہ رقمطر از ہیں:-

”میں عامر صاحب تو وہ اس خانش کے انسان ہیں کہ جس
مولانا مسددی کی حیات میں وہ بینے استاد مولانا مدنیؒ[ؒ]
سے مکریتی ہوئے۔ صحیح، ضال، بفضل علمبرداری پیریت
محمد احمد عباسی کی حیات میں خود مولانا مسددی سے مکریتیؒ
عامر صاحبؒ کے نزدیک اس شمارے ہیں۔“ تمہارے اعلیٰ اعلیٰ دین
صد نقی اور اساتذہ سب بدقیقہ ہو چکے۔ دیوبند کی آنحضرت
صرف عامر صاحب ہیں۔

ان کے پاس پہنچا ہے اپنی خوبیوں پر کہ حضرت ہم تم صاحب ہوں یا جاتا ہے صاحب مدنی صاحب، عامر نے بھی ان کے بارے میں علی الاطلاق یہ نہیں کہا کہ یہ بدھیت ہے لیکن ہے ہیں۔ ان حضرات سے جب بھی لفول ساختہ صاحب "فلک" بولی مسائل علمی دینی ہی کے سلسلے میں ہوئی۔ مثلاً صدر مفتی حضرت محمدی حسن صاحب مغلائی فتویٰ صادر فرمایا اور رسول اللہ کا سایہ نہ ہونا کا عقیدہ نہ تشنید یوں بنار کے نزدیک برقرار ہے تو ہم نے شددہ کے ساتھ اس کی تردید کی۔ جملہ کافل اٹھا کر دیکھئے۔ یہ تردید یادہ گوئی کے انداز کی نہیں، بھی اسی وجہ نسبت اور سبق دونوں طرح کے دافر دلائیں میلائیں گے تھے اور خدا کے فضل سے یہ اس حد تک کافی ثابت تابع ہوئی کہ اس کا رد نہیں کیا جاسکا۔

اب، الراسی صورت حال کو حافظ صاحب ان ہائی آمیر الفائز سے تصریح کرتے ہیں کہ عامر کے نزدیک غمی اور اساندہ سبب بدھیت ہیں تو انھا ساتھ سے کہیں کیا یہ انداز تعمیر تین اور شرفاً ہے۔

ہم تم صاحب دو اظلاء اور استاذ کرم حضرت بولنا ہمیں احمد مردی اور حسن اللہ علیہ سے "ٹھکران" کا چہانک تعلق ہے تو پہلا اور جو ہمیں کی تحریکیں ملیں، ملکیں، مافتھی صاحب اچھی طرح جانتے ہیں اور جنمیں کی تحریکیں تو اسیں بھی واقعیتیں کہ یہ معاشر کس نویت کا تھا۔ صورت یہ تھی کہ ان حتم حضرات کی طرف سے بولنا مودودی اور جماعت اسلامی کے خلاف زیارت مذالطہ اکیر قاسم کے اعززیت والزمات اچھائے جا رہے تھے۔ اس وقت ہم نے خود کو محصور پایا کہ کچھ کوئی اور شیرین کو شیریں کہہ کر اپنی ذمہ داری سے چھوڑ دیا ہوں۔ جس اس کا یقیناً اعتراف ہے کہ مسائل کی بحث میں ہم نے یہ پردا باکل نہیں کی کہوں ہمارا استاد ہے اور کون غیر کس سے ہمارا خوفی رشتہ ہے اور کس سے سوائے اخوت اسلامی کے کوئی رشتہ نہیں۔ ہم نے صرف یہ دیکھا کہ افسوس تسلیم کیا ہے اور علی و عقلي دنال اس کے بارے میں کیا فیصلہ دیتے ہیں۔ بھی وہ جرم ہے جس پر اچھے حافظ صاحب طرز و طعن سے ترکش خالی کر رہے ہیں، لیکن اس تکاپ حرم کے درمیں تو انھوں نے بھی اس طرز عمل کو نہ صرف سارا مختالا خود بھی مولانا مدنی اور گلزار پر

کیا جاتے ہے، مغلائی کے اور ہر ضارب دوزخ میں لیجاتے ہیں۔ اسی اور بدعتی کا اصرار ہے بھی دیں۔ گے انہیں اکا باعث ہے پھر بدعتی اور مشترک سے قصوفت کی بیویت کس کتابت سنت کی رہے۔ جائز ہے ۹ عامر۔ متفقہ نہیں جھاگلیں سائنساً کو جواب دیں۔

حافظ صاحب نے یہ فرقہ کی کہ کوئی کا ایسا بودن نہ صاحب بھادڑی کے جلسے میں بھنس لگئے تھے ان کی جائیں خامہ فرستا تھیں۔ ہے وہ بالکل غریب ہے اگر وہ اسی سلسلہ میں صادر ہے تو جب تھا جو وادہ جلسے سے اٹھ جائے اور جب اس کو تقریر کا موقع دیا گیا قیام کے بدعت ہوئے پردا شکاف تقریر کیست۔

حافظ صاحب کی حق پسندی کا یہ حال ہے کہ جس مولانا ابوالوفاء ایسا فاصلہ حجت کے باسے میں خود انھوں نے اسی میں شائع کی تھا کہ مولانا شاہ بیجان پورت چادر لیکر ہر رات آتے ہیں اور عازیزی میان سے مزار پر پڑھ رہے اسے ہیں، وہ تو یہی وجہ تضع سنت اور یہی کہتے داسے مشترک اور بدعتی ہیں۔

لهمہ کو نکلتے ورنہ درد سرپار بار بود۔

طرز و طعن اور عناودہ اشتغال سے لبریز اس قلم پارسے کا دبی مقام کیا ہے اسے ہم ارادہ شناس قارئین کی قوت تجزیی رکھوڑتے ہیں۔ حافظ صاحب عام محالات میں بہت رچھا لکھتے ہیں، ملکیں جب غلط و غصب کی شدت ان کی بھی بھی اٹھائیں گھٹکیتی ہے تو ایسا ہی نظر آتا ہے جیسے کسی نہ کھال تھی پر بھی اور گوشت کے فوٹھے سے ماسٹر رکھ دیتے ہوں۔ بڑھاپے میں ان کے جوش و خردش کا یہ عالم ہے تو نہ جانے جانی میں کیا کارہا ہو گا۔

ہر حال ان کے انداز لگتگو اور اشائیں پر نقد کیا ہیں مقصود ہیں ہے۔ البتہ ان مخالفۃ انگریز مطالبہ پر ضرور کچھ کہیں گے جسیں انھوں نے اپنے اس پاکیرہ شہ پارے میں گھوڑا یا ہے۔

حافظ صاحب انگلینڈ میں نہیں رہتے۔ جملی بھی برا بر

جو ہمارے حافظہ مارکے دھیں مبارک پر آئی ہے۔ یعنی انھوں نے کہا کہ علماء کی تفہیم ازت نے ہمیشہ امت کی پارہ پارہ کیا ہے۔ حکمی کر کیا جن ہے کہ ایک مددگی اسلام کو کافر قراشی دعیوں کیا ہے۔ پر رحمہ اس سب اور ما فظہ اس احری کم سے کم اس سنت پر متفق ہیں کہ فرقہ کو شرک اور فرقہ کو لھر بہت کو یادت نہ کر جائے در نہ امت میں انتشار پیدا ہو جائے اور مشرکین و باتیں یعنی پلڑھ کر جائے کہنے والے سر ہوں اور اس طبقہ کو بے راست۔

حافظ صاحب بہیں سہلدار و مسونی سے شبہ دیں یا
فرعون وہ بیان بنائیں ہم بہر حال ایمان کے اس آخری درجے
سے فرار اختیار کرنے پر تباہ نہیں کہ جن بہر ایشور کو ہم قوت سے
ٹھانے پر قادر نہیں ہیں انہیں بشرط استطاعت زبان سے بھی
تیر کا ہاتھ ٹھوڑیں۔ ہمارے خدا یک حملہ القدر تر گوں کا کیا ہی
قولِ شعلہ را ہے کہ جب الٰہ علم کرے تو امور دنکمکی کرنی چھوڑ دیں
اور بدعت و معصیت کے عالم میں احمد و علی رواداری اور
مفہومت و مباحثت کی روشن اختیار کر لیں تو وہ دین کے لئے
بار بیرون نہیں ہے۔ ہم اس طریقے سے بھی تحریک کو شرک اور بدعت
کو بدعت کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ اس کے جواب میں تحریک
بدعت کے رسماں ہیں بھی کافروں شرک فراہمیت لگیں گے۔ جس
مسلمان کے رل میں شریعت سے محبت اور منکرات و بدعت
سے نفرت کا جذبہ پڑ مردہ ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ رواداری اور حق
تری اور مفہومت ہی کے نظار پر فریب پروردیں میں اپنی کمر دوی کو
چھپا۔ ہم بہانے کا وہ منزل آجاتی ہے جس پر ہمکر پڑے
معصوم اور علیم پرند از انداز میں کھا جاتا ہے کہ بھائی سب سب ہم
اپنی اپنی جگہ ہیں کیون مذہبی اختلافات اُبھانکر قوم کو
ذمہ دینی انتشار میں بدلنا کیتے ہیں۔

اونڈر ایجمنٹ کے افاظ پر ایک بار اور نظر ڈال لیجئے۔
”ستقاماً“، ”شیخ خدیث“ کے مرک و مارس سے ہے

یہ قیام اس شجر خیش کے برگ و باریں سے ہے جس کی جڑیں افراط و غلو اور شرک کی زمین میں پھیلی

سکوت تلقید ہیں کی تھیں جو مطبوع صدر رائی کی شکل میں آج بھی
گورنمنٹ ہے۔

یعنی کہا ہے کہنے والے نے کہدا شہس کی نظر ہے، ہر چھوٹی عرب
بین جاتا ہے۔ تسلیف فیصلہ مسائل میں رشتہ دو ہی زندگانی کا لاملا لاملا کیلئے بیٹھر
خالص حلال و آئین کے مطابق قیصلے دینا کلکتائے خوبی بھی آج
حافظ صاحب اس سے چراں اور عجیب کے ہاتھے میں رکھ رہے ہیں
حکیم ہے کہ مولانا مسعودی کے بارے میں بھی ہمارے مظہر عجمیؒ نے تو
اکھوں۔ زیجیب ہی کے ذریعے میں شامل کیا ہے۔ یعنی ماحر ۶۰
بیشتر ہے لاما مسعودی کی حمایت ہیں پیش پیش رہا ہے اگر کوئی مسئلہ
میں ہونا مسعودی سے اختلاف کر بیٹھا تو یہ بھی اس کا جسم
قراءت ہے۔

کوئی منصفت مزاج اور فہیدہ انسان تو خاتمہ کے اس طرزِ عمل سے اس کے سوا کوئی تیجہ اخذ نہیں کر سکتا کہ عالمِ اندھی مختبدات اور شخصیت پرستی میں مستلزم ہیں ہے؛ وہ اتنا بودھ و میرا کی ہزار تعریفیں کریں۔ کے باوجود ان کے ہر نکار اور ہر فرضیہ پر لکھیں ہستکر کر کے آٹا تو وہ مدد قہا نہیں پکارا جھٹا اپلا اسیں مستلزم ہیں اخراج اور ہوتا ہے میں مولا خاتمہ کرنے والا ہے۔

یوگن جیپ تھسب اور فہمہ کسی آدمی کے فکری نزادیوں کو پڑھا کر کے رکھ دے تو اس کے خذلیک، عدل، شرافت، منظر اور دیانت داری کے معنی ہی بدل جاتے ہیں۔ دیکھو یہ مجھے مانفڑھا اب یعنی نظر میں یہ بات بھی معقل ہرم ہی ہے کہ عامر کو ہوا نہایہ سودوی سے کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اورست بھی اس سے منکر پڑھتا ہے کہ میر اور ظاہر ہی کوئی کچھوڑا اور ابقوں اسکے ہمراہ نہایہ سے مگرا گیا۔

سیلاد کے قیام پر ہمارا ایک فقرہ نقل کر کے جو کچھ حافظہ صورت
نے فرمایا ہے اس پر میں افغان شاہزادہ احمد پور دیر پور آگئے۔ یادش
بخارا بھی کی سو علکے سے پاکستان نے ان کے گھر کا فیصلہ صادر
فرمایا ہے۔ اس پر وہ کیسے کیسے جھلکے ہیں یہ داستان پر لطف
ہے کہ طویل بھی ہے۔ یہاں صرف انسانی تہائی کافی ہو گا کہ درجہ
کل انسانیوں سے علاوہ دو ٹکان انسانی بھی انہوں نے کی ہے

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم المرتبت بزرگ ہنسنے کے باوجود درجی معاشر اصحاب رحمۃ اللہ علیہ میں میں عالم نہیں تھے۔ اُجھر حافظ امیر نگری صاحب کی مخالف طایگری پر تنبیہ کی خاطر رہنے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب بیک بہت بڑے شیخ طریقت تھے مگر علماء میں ان کا شمار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد اور قیام میلاد کے بارے میں ان کا جو تراویث و صرف مشورہ حافظ صاحب نے فرمایا ہے اس سے آگاہ ہوئے کہ باوجود ایک عام علمائی تھی ہمیں تقریباً تمام ایسی علمائے میلاد نے میلاد مردوجہ کو بدعت اور قیام کو مذہبی قرار دینے میں شامل ہیں اپنے ایسا ہے۔ مولانا شیداحمد نگری، مولانا محمد فارسی ناولوی، مولانا محمد الحسن شیخ الہند، مولانا مفتی عزیز الرحمن، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا سبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ تیز مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رضا طبری سب حضرات وہ ہیں جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی ارادت عقیدت پر خود کرتے اور انہیں بہت بڑا مرشد و شیخ تصویر کرتے ہیں ہیں الیک اس کے باوجود انھوں نے میلاد اور قیام میلاد کے متعلق حضرت موصوف کے تاثر عمل اور وصیت کو نظر انہوں کو کسے برداں اُمور پر نکری ہے؟ ان کے بدعت ہونے کا حکم لگایا ہے۔ ان کی تزویہ و خدمت میں فتویٰ دیتے ہیں اور سلسلے تکھیں۔ مذاں کے طور پر فتاویٰ و ترشیح یہ کافی ہیں۔ سوال دیکھئے۔

سوال:- مروجہ مجلس میلاد بدعت ہے یا نہیں؟

جواب:- مجلس مولود مروجہ بدعت ہے اور بہبوب خلط اُمور مکروہ کے مکروہ تحریر ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے۔

لیکن الافت مولانا اشرف علیؒ نے مولود کے بارے میں استفادہ کا جواب دیتے ہوئے اس کے مرد جو طریقہ کو بل اگر بدعت ثابت فرمایا اور پھر قیام کے بارے میں فرماتے ہیں:-

”ذکر و لادت کے وقت کھٹکی ہوتے ہیں۔ پھر

وہ جو بعض کا عقدہ تو چہ کہ جانت مولود اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت شریف رکھتے ہیں۔

مولیٰ کی کو روح کہاں سے آگئی اس کا فصلہ ناظرین پر ہے۔ باتِ توجب تھی کہ حافظ صاحب والائل کے ساتھ یہ تباہت کرنے کے قیام کو مشرکا نہ طرزِ مکر سے چڑنا عاطل ہے اس سکھی تو یہی اندانِ نظر میں بھی یورسی گنجائش موجود ہے۔ اس کے بعد وہ یہ کہنے میں حق بجا نہیں تھے کہ اس کا رشتہ مشرک سے مت جوڑو لیکن دلیل نام کی ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہے مگر طبع ہی سے کام نکال سے بنا چاہتے ہیں۔

اس موقع پر وہ شیخ کیسی لے کر وہ میان یہ تم نے کیا کہدا۔ دلیل تو ہم نے پھاڑ جسی پیش کی ہے۔ یعنی دو مدد کے شیخ الشیوخ حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد عالیہ۔

اس کے جواب میں پہلو بات تو ہم یہ عرض کریں گے کہ اگر حافظ صاحب کے ذمہ دیکھ بھی طرزِ امت اہل کافی شافی ہے تو انھوں نے مولانا حسین احمد مدینیؒ جیسے بزرگوں پر لفڑد جسح کر کے خواہ خواہ وقت بر باد کیوں کیا وہ ہمیں جانتے کہ مولانا مدنیؒ بھی اپنے وقت کے بہت بڑے شیخ تھے اندان کے زبرد و درج سے دشمن بھی انکا کارہنگی کو ملکہ۔ پھر حافظ صاحب نے ان کے آگے کیوں اسی نیازمندی سے ترکیم ختم نہیں کیا جس نیازمندی کے ساتھ حضرت حاجی صاحبؒ آئے سراپا سیم ہوئے جا رہے ہیں۔ ایک ہر ایک شیخ و مرشد کا کسی مثلہ میں اپنا تصریح ظاہر کر دینا اگر اتنا ہی فولادی استدلال ہے کہ حافظ صاحب عامر چاہرے سے بنیلیں جھنکا۔ ملکے ہیں تو پھر کیوں وہ اُن نیازرات و خیالات سے تنقیح نہیں ہوتے جو ہونا مدنی جیسے شیخ اور بعض اور مشائخ کی طرف سے پیش ہوئے تھے۔ اس وقت تو ان کے نلمتے طونان بر باد کا کسی کاپر ہونا اس اہل دینیہ میں حرمت اُخڑنے ہو سکتا۔ مگر اج جب ان کی محبوب بدعت ”قیام“ کا مسئلہ دریش ہے تو ایکیلے حضرت حاجی صاحبؒ ہی کے جنہ الفاظ آہنی برہان بن گئے ہیں۔

بیس تفاوت رہا از کیا سست تباہی
تعلیٰ میں پہلے بھی کسی درج پر ہم یہ تذکرہ کر سکتے ہیں کہ

ہوتے تھے۔ نہ گانے بجانے کے انداز میں تھیں اور درود وسلام پڑھ جاتے تھے۔ نہ مبالغہ آمیز و اہم تباہی روایتیں سان ہوتی تھیں۔ نہ مٹھائیوں کا اہتمام تھا اسرا اتنا وقت صرف کیا جاتا تھا کہ تہجدگزاروں کا تہجد اور جماعت سے پڑھنے والوں کی نماز فریغارت پڑھ جائے۔

اس طرح کی سادہ و پاکیزہ مجلس اگرچہ ہر سال کی یادی کے باعث علمائے دین کے نزدیک برخاست ہی ہے، لیکن ہر حال ان بغایات و شکرات سے خالی پرنے کے باعث جو آج کی محفوظیوں پاگئے جاتے ہیں اس کی قیامت دبی پڑی اور مغلوب تھی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت حاجی صاحبؒ اپنی اس بدعت پر صرف نہیں تھے۔ وہ اپنے اُن مریدوں تک کوشش کیا میلاد پر جبور نہیں کرتے تھے جیسی علمی انتشار میں میلاد کے انعدام سے اختلاف فکار۔ چنانچہ بعض علماء ان کے جتنے اٹھانے باعث نظر سمجھتے تھے انہوں نے میلاد کی حدیث ان سے عملی اور ذہنی اختلافات ہی قائم رکھا۔ وہ رشیخ کے پاسے میں یہ تاویل کی لیتے تھے۔ اور اس میں حق بجا نسب بھی تھے کہ حضرت شیخ نکولی اور معصوم صفت انسان ہیں۔ علمی مباحثت کی اُن باریوں سے واقف نہیں ہیں جن سے واقف ہونے کا مدار اصطلاحی معنوں میں عالم ہونے پر ہے۔ وہ حبیت رسول کی روایت میلاد منعفر کرتے ہیں اور قیام کرتے ہیں اس کے تصورات میں شرک کی آمیزش نہیں ہوتی۔ وہی یہ بات کہ حضرت شوھر میلاد اور قیام میں لطف ولذت محسوس کرنے کا اعلان اپنے اہم اور کرتے ہیں تو اس اعلان کو ان کے خادمین سن ملکہ شریعی کے تفصیلی میں اس لئے مفید نہیں سمجھا کہ وہ جانتے تھے جانشک ذہنی و روحانی لطف ولذت کا تعلق ہے وہ علمی مسائل میں کام نہیں آسکتی۔ لطف ولذت تو وہ نیک دل ہندو بھی محسوس کرتے ہیں جو توجہ اور انہا کے ساتھ ملے۔ رہیں بھی شستے ہیں یا پہاڑ کی گچھا میں دھونی رہتے ہیں۔ ذہنی سرور و رشیں اور روحانی لطف ولذت تو نیک طبع ہو وہ نصاریٰ کو بھی اپنی جماعت میں حاصل ہوتی ہے۔ قول جب ہارتوں اور طبلے کے نال شریک

یہ تو انکل شرکتے اگر معلم یا قدرت بالذات کا عقیدہ ہو۔ ورنہ کذب و افتراء علی اللہ و رسول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم واسطے تنظیم ملائکہ کے چونکہ اس وقت موجود ہیں مکھڑے ہوتے ہیں یہ بھی جعل ہے۔

اول تو ملائکہ ہر وقت اُدی کے ساتھ رہتے ہیں جو مخلص ذکر کی کیا تھیں ہے اور اگر مخفی ذکر ہی کی تھیں، تو مخفی ذکر و لادت کی کیا تھیں ہے اور اگر اسکی بھی تھیں ہے تو خاص وقت ذکر و لادت کی کیا تھیں ہے کہ اس وقت ملائکہ کی تظمیم ہو اور وقت نہ ہواؤ اگر بعض نظمہ ذکر کے لئے کھڑتے ہوتے ہیں تو اگر سوا اس مخفی کے اور کسی بھی کوئی ذکر کرے کہ حضرت پیدا ہوئے تو کیوں نہیں کھڑے ہوتے۔ علام جو اکریبی ملکہ حکمت نہ ہو ہو وہ ہے۔

(۱) اراد القساویٰ جلد تحریر کتاب البدر عات)

دیکھ لیجئے اکابر دیوبند اور قیام کے سلسلے میں اپنے مقداد کے طریق تھے حضرت حاجی صاحبؒ کی اس وصیت پر بالکل عمل نہیں کرتے کہ اسی مسئلہ کے اختلاف کو حقیقی و شافعی اختلاف کی تینیت دی جائے بلکہ کھل کر دھٹ کر، اصرار فکر کر کے ساتھ بدعت و حصیت ہونے کا حکم رکھاتے ہیں۔ یہ طال کسی ایک دو دلیل ہے۔ اول میں کا نہیں ہے بلکہ جو علماء حضرت حاجی صاحبؒ سے مرید بھی تھے انہوں نے بھی میلاد کے معاملہ میں ان کی سروی نہیں کی تھیں اور نعمانؒ نے عقیدت ادا۔

نکوں ۹ ایسا کیوں ہوا؟ اس کے وجود حافظ صاحبؒ کی بھی نہیں تو اس لئے نہیں آئیں گے کہ عامر جیسے سرطانے کی بات پر ممتاز سے قوجہ کرنا ان کے بس سے باہر ہے لیکن مقام قارئین انہیں آسانی سمجھ سکتے ہیں۔

یہی وجہ تو یہ تھی کہ حضرت حاجی صاحبؒ ہولو دی جو مخفی منعقد فریا کرتے تھے وہ اس انداز کی نہیں ہوتی تھیں اس انداز کی مخالفین بعد میں رواج پائی ہیں۔ نہ تو ان کی مخفیں میں روشنی اور نہ اس وغیرہ کا بیجا اسرار ہوتا تھا۔ نہ اس میں مساق و تجارت اندہ بازاری قسم کے لوگ شریک

کئے گئے ہیں۔ نازارہ زادہ حج تھا ہر جا سے ملک تھا انہوں نے سال کے سال میلاد تھا نہ ہو۔ پھر اس راست پتیزیر کا یہ عالم کر جرا غائب بھی ہے۔ شیرینوں کی تھیم بھی ہے۔ ذیورے اور دیندار بھی ہیں۔ بلوطفولی کا یہ عالم کر جھنی مہانگہ آمیز اور دیواری اندرونی اور بیرونی اور بیرونی ہو سکتی ہے۔ سب کا ورد۔ حضورؐ کی اصلی تعلیم غالب، فنا تعلیم میں میش عملی پروردی سے کوئی سرو کا رہنمی زبانی مرح سرانی ہیں ساتھیں آسمان تک پرداز۔

مزید یہ کہ ایک میلاد تک ہیں نہیں اب تو بیانات کا ایک پورا اکٹھی میلاد کے شیرہ نسبتے تھی ہو گیا ہے۔ میلادی عوام خاص کو اپدھیمیں گئے کہ عرس و قوالی نہذو نیاز، فاسخ، چھٹم اور الایسا تھا جسے کن کن ایجادات تو بیانات سے ان کا رشتہ عقیدت استوار ہے۔ شریعت، حق کے مقابل ایک مستقل قبوری شریعت ایجاد کرنی چاہی ہے اور انتہائی اصرار ہے کہ اس نیا ایجاد شریعت کو کفر و اسلام کی کسوٹی مانا جائے۔ خوش تھی، لیکن اور بد عقیدت کی امیکیاں فرازدیا جائے۔

یہ بھی مکن ہیں رہا، آج کی کے انہم میلاد کے بلے ہیں، دھمن ملن قائم کیا جائے کوئی حضرت حاجی صاحب کے بارے ہیں، قائم کرنا قریں دیتا ہے۔ ان حضرات کی ذہنیت اور آمیزی ایسی تو ہے۔ کہ ان اللہ کے بندوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشریت پڑھی تو قوی ہیں۔ کچھ تو صاف طور پر پیشریت کے نکریں اور جو شخص حضورؐ کو پیشر کرتا ہے اسے سکراہ تراویحیت ہیں۔ کچھ ہیں ہیں کہ نہ صاف اقرار نہ انکار۔ حضورؐ کے حاضر و ناظر ہونے کا سرخ مشرکاتہ عقیدہ ان کی کتاب عقائد ہیں۔ رعنوان نظر آتے ہے حضورؐ کے عالم الغیب ہونے پر اس حد تک اصرار ہے کہ جو ان کی ہنسنائی نہ کرے وہ دلائی ہے دین۔

ان حالات میں کیوں کہا جا سکتا ہے کہ کرسم قیام پر عمل کرتے ہوئے ان کے تصورات سادہ و عصوم ہو سکتے ہیں۔ پھر جو عوام ان کے بھروسے ہیں آئے ہوئے ہیں۔ اور ان کی تعداد بڑی واڑی ہے۔ ان سے یہ موقع رکھنا مضمون خیز حد تک غلط ہے کہ کرسم قیام کی تعلیم کرتے ہوئے ان کے اذہان ایسی توجہات کے حوال ہو سکیں گے جو اس قتل کو شرک کی آسودگی سے پہلے

قابل الایضا ہے تو ہم نہاد حضور فیما کو بھی لیتھا لطف ولذت کا احساس ہوتا ہے۔ راست کے مناسنے ہیں کوئی نکار بانسری بجا رہا ہو تو بڑے بڑے نقہ حضرات کو بھی اس سے پیا کیف د سروبل مل سکتا ہے۔

غرض لطف ولذت کا حامل ہونا کسی فعل کے سخن ہونے کی دلیل نہیں۔ بد اوقات اس لطف ولذت کی غیاد آدمی کے اپنے ذہن و فکر میں ہوتی ہے۔ خالات کی پاکیں اس فعل کے قبیح ہاؤں پر توجہ نہیں کرنے دیتی۔ ان لطیف حقائق سے حضرت حاجی صاحبؐ کی علم ارادت مند آگاہ تھے، اسی لئے اخھوں نے شیخ کے تاثرا در وصیت کو یہ اہمیت نہیں دی کہ لتر آن دست کے دلائل جن امور کو بحث بادر کرنا رہے ہوں اخھیں جس مان ایں اور بہ عت دستت کے اختلاف کو تھنی و شافعی جیسا احتلال خیان کریں۔

تیسری وجہ یہ تھی کہ حضرت حاجی صاحبؐ کے تمام خواہد و تصورات سب کے سامنے تھے اور ہیں ان کے این علم ارادت نہ لڑانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشرکانہ اور غالیہ والہی عناصر کی تحریکت ہیں باقی ملکہ بھی دیکھا کر تیہیں ان کے دل و دماغ میں رچی بھی ہے۔ لہذا یہ تو اس کرنے میں کوئی چیز ملت نہیں ہوئی کہ سال بہ صال میلاد منعقد کر کیجئے تھے حجۃ رسول کا سیدھا سادھا ہوں کا فرمائے اور قیام کی تھیں ایک عصوم سے قصور تھیم کے سوا کوئی ملوآ میر عقیدہ موجود نہیں ہے۔ اس قیام کے عت اخنوں نے شیخ کے طریق کو صرف کہا ایسا پیر وی پھر سمجھی نہیں کی۔

اس کے بخلاف اے جو لوگ میلاد اور قیام جسمی بیعت کے علیورا ہیں ان کی عملی اور ذہنی حالت کو حضرت حاجی صاحبؐ کے عقیدہ و عمل سے کوئی نسبت نہیں۔ حضرت حاجی صاحبؐ تو اپنے خریدوں تک سے شرکت میلاد کا اصرار نہیں کرتے تھے کہ آج کے انکے میلاد ان لوگوں کو کافر دیے دین کہنے تک میں تأمل نہیں کرتے جو میلاد اور قیام کو بدعت است اور ہی شرک نہ کریں اوس کے لئے دہائی بے دین کا طعنہ تو عام ہے۔ میلاد بازاری کو مستغل ہیں بنا لیا گیا ہے۔ اس کے فالین کے لئے بدے بد تر خطا بات وضع

الخوب سے نسرا میا۔

”اگر ایک شخص اپنی تحقیق اور اپنا مسلک بیان کرنے کی بجائے دوسروں پر شرک و بدعت حکم لگائے جاؤ تو دوسرے اس کو یہوں نہ کافرا در عقیدہ قرار دیں گے۔“

اس پر یہیں پھر پر تبیر صاحب یاد آئے۔ وہ اور ان کے ہم مسلک بھی یہی شور مچا رہے ہیں کہ مولویوں نے ہمیں کافر و مگر اہ کیوں کہا۔

غیر پر تبیر صاحب کو اللہ کے سپرد کیجئے۔ سو چھے کی بت پڑے کہ ہمارا جرم اس سے زیادہ کیا ہے کہ جو امور قرآن پڑت کی رو سے شرک و بدعت قرار پائے ہیں اپنی ہم شرک بدعت کیہے ڈالتے ہیں۔ اسلام کا رسی پہلا کلمہ ہی ”وَإِنْكَارُ آَعَزَّ
نَفْسِيَ سَهْوَتِيَ“ ہوتا ہے اثاثت سے نہیں۔ لا الہ الا اللہ۔ یعنی تمام عبودیان باطل کی نفعی کی کوئی پھر معبد و حقیقی کے اعتراض کی وجہ آئی۔ زمین کو اچھی فصل کے لئے تیار کر لیتے تو ضروری ہے کہ پہلے زمین کے چھاؤ جھنکاڑا اور روٹے صاف کر کے جائیں۔ قرآن و حدیث کو دیکھئے۔ ان میں مسلم صحجوں کے اثاثت واپسیح کے ساتھ ساتھ دوست کے ساتھ باطل مسلک و خفائد کی تردید و نہادت بھی موجود ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے بار بار تصریح و اعلان کے ساتھ عبودیان باطل کی تعلیم و تربیۃ بدعا شمعاکی کی نہادت اور باغیوں کی تکفیری ہے۔ عام بھی اسی روشن کا انتہا کرتا ہے۔ خود حافظ صاحب بھی عام حالت میں یہیں کے طبع ہیں۔ مگر قیام اور بعض دیگر تصورات فالیہ سے ان کے مزاج نے سازماز کر لی ہے اس لئے ان کی بحث میں دہ جو چاہے منطق اختیار فرما سکتے ہیں۔

ایک اور مغالط انزوی ہے جس سے حافظ صاحب نے لیتے شذرہ مذکورہ میں کام لیا ہے۔ وہ یہ کہ عامر نے اگر قیام کو زمین پر پڑا گئے ہوئے تحریخیت کے برگ و پابستے تشبیہ دی تو الخوب نے اس کا مطلب یہ بار کرنا چاہا کہ عامر قیام کرنے والوں کو شرک فسوا دے رہا ہے۔

بائیں۔ آپنے دیکھ رہی یا کہ اگر قیام کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کا عقیدہ ہے تو حکیم الامر مولانا اشرف علیؒ اس پر صریح الفاظ میں شرک خالص کا علم کا۔ تبیں جب تھا حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے دیگر ارادت میں علماء بھی اسی فیصلہ سے متفق ہیں۔ اب حافظ صاحب ان تصریحات کو مبتلہ کریں یا سوچیں یا تفہیم امت کا جنم قرار دیں بہر حال یہ بالکل ستم ہے کہ بدعتی پیشواؤں کے ہکمیں تک ہوتے ہے عالم حفلہ میلاند میں درود دلام کے وقت جب قیام کیتے ہیں تو شوری اور مشوری طور پر ان کا بھی نقطہ نظر موتابہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی تکفیریت میں شرک فیصلے کئے ہیں۔ ہم مسلمان یہ ایک عالم ادمی صاف طور پر تباہ سکے کر دہ کیوں تیسا اکتا ہے لیکن یہ بات تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ تعظیماً کھڑے ہوئے اس سے اس سے لئے نہیں ہو سکتا کہ درود اور دلام بھائیتے خود محترم ہیں ہیں۔ وہ تکفیریں سے جانتا اور رہتا ہے کہ کائنات کی سب سے مقدار میں کتاب۔ اللہ کو بھی بیٹھ کر سی جماعت کریں کریں کا حکم ہے تاکہ کھڑے ہوئک۔ نماز میں درود بھجو، بیٹھ کریں لے لیجاؤ جا آئے۔ لہذا قیام کا تعلیم کسی سیستی در شرکت ہی کی تعظیم و تحریک سے ہو سکتا ہے تاکہ الفاظ دادردی تبلیغ سے۔ تختیل ہر مسلمان کے ذہن میں رجایا سا ہے اس لئے میلاند میں قیام کیتے ہوئے چالے ہے نہ شوری پری بیداری کے ساتھ تیمور رکرے کر اللہ کے رسول تشریف لئے آئے ہیں لیکن یہ شوری اور تحریک الشواری اہلیت سے اس کے اس عمل کا حکم بھی ملکت ترین اور مشرکا نہ تصور ہو گا کہ اللہ کے رسول تشریف لے آئے ہیں۔

اگر ہمارا تحریک غلط ہے تو حافظ صاحب نے اسے تصریح فرمائیں کہ قیام کے جواز و تحفہ پر وہ کیا دلائل نہ لختے ہیں اور کہیے اخوب نے یہ مسلمان احتیاہ کیا ہے کہ بدعا و شرکیات کے ساتھ دادرد ای اور مقاہمہ کا برتاؤ کیا جسے۔

ان کی اس عمارت پر غور کیجئے:-

"یہ رہنمائی اور مشترک ہے تصرف کی سمعت کسی لفڑی پر"

سنت کی برو سے ہائنزے ۶۰

سیاست و اقتصاد

۲. سام کنگر کے قلمیں کے

کے باطن میں آئندہ کوئی کشمکش کے نہ ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

امانة دار الملاجمون

علوم و میہم کے بعد میں بھی جل سے ہیں کسی قتل اور شرکار کا
یا کافرا نہ کرنے کا لازمی مطلب یہ نہیں ہو اگر تاکہ اس کا مرکب
مشرك یا کافر قدر اپنایا۔ قرآن و حدیث میں زنا، جزوی شرک
نرمی اور سود خواری وغیرہ کو افعال کفر قدر اور دیگر ہے لیکن اللہ
کے رسولؐ سے لیکر آج تک کسی شرعاً عالم نے کبھی نہیں کہا کہ ان اعمال
کافر نہیں سے کسی کافر قدر ملت اسلامیہ سے خالج ہو گئے فرو
مرتد قدر اپنائے گا۔ حدیث میں ہر یا کوئی شرک قرار دیا گیا ہے لیکن
یوری تاریخ اسلام میں کبھی کسی نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جو شخص رہا کا
مرکب ہوا رہ مشرك ہو گی اب یا تو اسے قتل کرو یا توہہ کر اسے
دوبارہ مسلمان بنئے برآمدہ کرو۔

اہل علم وقت اُنوقت اس بارے میں تو ضمیح و تینیجی بھی کرتے رہے ہیں اور خود ہم ہم نے بھی تینیجی میں متعدد بارے میں اکھارا ہے کہ جو حقائق اگر داعم اعمال ہماری دلانت میں لفڑو شرک کے شجرہ انسب سے تعلق رکھتے ہیں ان کی حیثیت و حقیقت کی مشاذد بھی کامیاب طلب پر ہرگز نہیں ملتے کہ اونکے حاملین و مرکبیں داعم تکمیر کا لفڑو شرک قرار رہائیں گے۔

لیکن شاباش پرے حافظ صاحب کو کو تحریات اور علمند مطالعہ کی ایک طوریں عمر گزدار کر بھی وہ اس ابتدائی قاعدے سے داتفاق نہ ہو سکے اور اگر واقعہ ہرنے کے باوجود انہوں نے اسے نظر انداز کر دیا ہے تو اس پر یہ سے شاباش کے سخن ہیں کہ طور صاحب کی منزل میں سچے جانش کے باوجود ان میں لکھیں وہ میں کے ہر طرح کے حربے استعمال کرنے کی حرمت و محبت موجود ہے۔

حضرت حاجی حبیب کے بارے میں ہم بہت کچھ کہکچے بھر جھی ایک نکتہ کو ذرا اور منقح کر دیں۔ حدیث کی تصریح یہ شاک

آپ زندگی کے قابل ہے کہ:-

"بدعتی کا انتہا انہر مدن میں معاونت کرنے کے

۲۰۷

لیکن غور کرنے کی بات ہے کہ میلادِ حرب زخم اور قیام کو
برعثت تسلیم کرنے کے باوجود دیکایہ الخلاف ہو گا کہ حضرت حاجی حنفی
کو "برعثت" نہ اور "احاسیس" 9

چنانکہ ہم شجھتے ہیں جس شخص کا جسم کھٹا ہوا پھر وہ شرخ دیکھ سکتا ہے اور تو انہی پوری طرح بحال ہوا سے صرف اتنی سی بات یہ ہے کہ اس کی انگلی میں بھی کبھی ایک دلتانہ انگلی آتا ہے۔

یا ایک شخص بہت عالیہ ذرا ہے، خوش کردا ہے، لوگوں کے لئے آتا ہے، مصیبیت زدؤں کی مدد کرتا ہے، اخلاقی عالیہ سے منصف ہے، لیکن دن میں ایک گھنٹہ اس نے ایسا مقرر کیا کہ ہے کہ جسیں وہ کسی سے اپنی ملتا۔ کوئی جہاں بھی آجھے تانے مفہوم نہیں رکھتا۔ فصل ثانی ہے اخلاقی عالیہ کے معروف معیار سے پنجا ہے۔ اس پر بعدن حالات میں بد اخلاقی کا بھی اطلاق ہو سکتا ہے لیکن کیا تمہارا اس فصل کی وجہ سے یوں کوہ دیا جائیں گا کہ سرحد، بدر کی ذات ہے؟

اسی طرح آپ متعدد مثالیں موج سکتے ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ اسماں کے صفت غالب احوال کے اعتبار سے بنتے ہیں۔ غالب بھی نہیں کہمے کہمے کہمے کہمے تو ملکہ شدہ ہے کہی بھی اس کے صفت کا اطلاق اسی وقت ہوتا ہے جب اس صفت کا تصور مایاں طور پر ہو۔ اگر کسی انسان کو فاست یا عاصی و غاطی کہئے کئے جائے صرف اسی ہی بات کافی ہوئی کہ بھی نہ بھی اس سے مست یا خطاؤ صھیت کا صدر درہ ہو گیا ہے تو دنیا میں کوئی شخص بھی انہیاں کے سوا ان مکروہ اسماں کے صفت سے نفع سکتا، کیونکہ انہیاں کے سوا کوئی بھی حصہ حصول نہیں۔

اس سے ثابت ہو اک شخص میلاد اور قسم کی پر محنت کو

سادگی کے ساتھ اندریا رکرنے کی وجہ سے حضرت حاجی جمالیت کو پرستی نہیں کیا جاسکتا تا جب کہ اونہ کے غالباً احوال داعمال باطل کی آئندگی سے یاک اور ان کے عقائد و تصورات شرک و

رواداری کی راہ اخیر کر سکتے ہیں بلکہ جو طرح قرآن کی قصریع
کے مطابق اہل کفر مسلمانوں سے اس وقت تک ارضی نہیں ہوتے
جب تک سلمان پوری طرح ان کی حملت کا امیاع نہ کرنے ملیں
اُسی طرح یہ مسلمانی حضرات بھی ہم سے ہرگز ارضی نہیں ہو سکتے
جب تک ہم تمام ہر نزاعی مسائل میں اپنی آراء کو ترک کر کے
ان کے آئے سریع ہم نہ کر دیں۔
پس پکر مسلمانوں کے چہرے پر تھکر کے آثار نظر آئے اور
اُنھوں نے قدر ما یا کریم بات توبہ شک قابل خود ہے۔

اور یہ رواداری اور ایجادی دعوت و تبلیغ کی تعریف
کی جاتی چاہیے، لیکن یہ رواداری نہیں ہوت اور یہ جسی ہے
کہ تمام مذاہب کا برحق ہوتا تسلیم کر دیا جائے اور شرک بدعت
پر مستعمل انکار را اعمال کی نشاندہی میں متفاق و توسلیں برداشتے۔
پھر یہ امرِ افعہ بھی اظرا عناد زد کر جائے کہ جارحیت
اوہ شخصی تکفیر کی روشن بدعتیوں نے اختیار کی۔ علمائے دین مدد
نے اوہ ہم نے صرف دفاع کیا ہے اور شخصی تکفیر سے مجتبی نہیں
بدعتیوں کے المخالف ڈیوندوں کو وہاں کی سکھتے ہیں کافر بھی
کہہ ڈالا۔ پھر لوگوں کی تکفیر کی ہوا ایسی ملی کہ حدود بالاشت کے بعد جسی ہی
اممیل غریب ہی سے ہندوگوں کو بے دین قرار دیتے لگے اور پہنچات
کے شروع پر وہ درد یا کہستوں کو پاؤں و رکھنے کی جگہ سلیمانی حکل
پوچھی۔ بدعت اور سنت میں آگے اور پانی کا یہ ہے، ایک
بدعت جسی تو بھوک ایک سنت اُکھڑا گئی۔ اب اگر علماء کے
جن ملت کے پارہ پارہ ہونے کے درست شرک و بدعت
پر تکمیل نہ کرتے اور خالی ایجادی اندائز میں ایسا ملک بیان کئے
جاتے تو یقین کچھ ہے کہ جو آج بدعتیں کے بال مقابل سنت
پسند ہو اور تو یہ یہ ستوں کا ایک حادثہ ہو ہے کہ بھی کافی
ہو چکا ہوا اور سرگلی کوچھ میں بدعت ہی بدعت نظر آئی۔

کوئی نازارہ الوفاء کے تعان سے مانظوظ صاحب ہے جو اعز من
عمری دار و فرمایا ہے وہ بھی لطفی سے زیادہ نہیں۔ کوئی
پہلے اگر ہم نے نولانا الوفاء پر بعض نازاریا اعمال کے

شرک و نزدیکی تکمیل سے مبتلا ظراہ ہے ہوں۔
اُہم جو میلاد کے شیدا ہمروں کو دعیٰ سمجھتے ہیں تو اس کی وجہ
یہ نہیں ہے کہ صرف میلاد کسی شخص کے بمعنی قرار پانے کے لئے
کافی ہے۔ اگر صورت حال یہ ہوتی کہ میلاد کی حضرات کے دلگر
حوالہ انکار بدعتات کی چھاپے خالی ہوتے اور صورت میلاد
اور قیام بیکا معاملہ و مہمنزاع ہوتا تو مسئلہ دعیٰ کا حل طلب
ہرگز اس تعالیٰ سے کیا جاتا۔ مگر کون نہیں ہاتا کہ جس طرح تمہا کو ط
پستلوں یا شخص دا رضی ہوئہ نا ایک سبق بالذات سُلسلہ نہیں ہے
 بلکہ اس کا تعلق یوری تہذیب مغربی سے ہے اور یہ چیزیں
ایک خاص طرزِ شکر کے مطہر کی خصیت و رکھنی ہیں اسی طرح میلاد
اور قیام بیلاد بھی ایسے امور بن جائے ہیں جن کی خصیت حضرات ایک
فضل کی نہیں، بلکہ وہ فاس طرزِ شکر کے مطہر اور خاص آئیں ٹیکا
لوچی کے نامندے ہیں۔ جو لوگ میلاد اور قیام کے شروع سے
نائل ہیں اُنھیں اپنے نذر و نیاز عرض دتوالی تقریبی سی اور
اویامہ و انبیاء کی شان میں غلیکیشی کا بھی رسماً ضرور پائیں کے
انھیں دعیٰ دراصل ان کے غالباً یا کم تک نایاب احوالہ
انکار ہی کے باعث کہا جاتا ہے تک نقض میلاد اور قیام میلاد کے
باعث۔

اُبھی کچھ روز ہوتے دارالعلوم دیوبند کے ایک مسلح جنزا
ستہ در ان گفتگوں میں مخترک ساختہ ارشاد فرمایا کہ ہم قواب اس کے
روش کو صحیح سمجھتے ہیں کہ نزاعی مسائل میں مفہوم سنت اور رواداری
کی راہ اخیر کی جاتے۔ آخر ہمارا کیا حررج ہے اگر اتنا ہی ہے
پھر ہمارا کہ سمجھو تے کر لیں کہ میلاد میں قیام کر لیا جاتے۔
ماہرینے جواب دیا کہ ہولانا بات الگ تھا میلاد اور قیام
کی ہوتی تو ہمارا اور کچھ تو پہلے شکر مکون کتا میلاد یا آپ نہیں
جنست کہ نزاع تو اس کوچع الذیل طرزِ شکر ہے جو تھا میلاد اور
قیام تک محدود نہیں ہے، بلکہ اختنافی مسائل کا ایک پورا امکر
اس سکے ذیل میں آتا ہے۔ اگر میلاد کی حضرات اس باست پر
آدھے ہو جائیں کہ میلاد اور قیام کی مخالفت سے بازار آ جائے پر
نمازوں سے انھیں کوئی لڑائی نہیں رہے گی تو ہمارا راجح

میان کے نہار پر چادری چڑھا نہ دلی حکمت گو سخن فرازیہ
جیا اور اپنیں موحد اور شیعہ مت ان لیا گیا۔

بات خاصی لمبی ہو گئی، بلکہ ہمیں قصہ ہے کہ اس طاقت
میں تاریخیں کو کام کرنے کے لئے بھی پانچ آٹھے چوں گے۔ چھوٹوں کا
منہب بیشود کو فتحیت کرنا ہمیں اس نئے ہم فتحیت کی
بجائے اس التماں وال تجاپر کلام کو ختم کر دیتے ہیں کہ:-
”فتحم داغنا صاحب! اب سیدنا رحمة پر کاش کے
نق و تمہرے اور اسی نوع کی دیگر چیزوں کے جائزے کا جو
قیمتی کو اگر بڑھے ہیں، اس پر ہم اگر اپنی اباقی زندگی کے تمام
لحاظوں اپنی تمام صلاحیتیں مرکوز فرمادیں تو اسکے اور ملک کے
حق پر پہنچ رہے ہو گا۔“ ۱۰۰۰ خواہ آپ اوصراً دھرم پر تھوڑا یاد
ہیں۔ ستر یہ بات مخفید ہے کہ آپ عازم سے اٹھ کر اپنا اولاد
سون کا وقت سر باد کریں۔ سرہی یہ مخفید ہے کہ رہہ کر کر بکو
محروم جسمی کی یاد مٹائیں۔ وہ۔ مذکور اینے زیر بحث
شذیق ہیں آپ نے اس پر تھریکیں بدل کر عزادت معاویۃ
یزید کے خلاف آپ کا ایک گرماں اور بھکر دیتا کہ یہ کاڑہ
صفحیوں بھی سارے نظر آ رہے ہیں جس سے آپ کی شیرینیاں اور
رواداری کا یہ عالم ہے کہ:-

”خلافت معاویۃ و یزید اس دنیا کی سب سے جھوٹی کتاب
ہے اور اس کی ایک بات یہ ہے، قابض اعتماد نہیں۔“

اس اعتماد کا ذریعہ ہے یہیں ہم کو تھوڑا اگر ہمار
کوہستان اور مولفی سے شیرینیے تو اپنیں کچھ ہو شدیدوں کو اسکی
صحیح الدواعی ہیں جو اپنے ہو جائے گا۔

ہندوی المذکور یہی نہ تو تبصرہ کرتے ہیں تو اس نے
مخفید و قیچی ہے آپ ہندوی جلتے ہیں، بلکہ خلانت معاویۃ و
یزید پر ہر ڈھنگتے ہوئے آپ اخبار الطہار اور کتابیں العارف
اور اعتماد اللحاظات اور جامیں و قرآنی مسیت اعتمادیں کرتے ہیں تو
اس کی کیا وحدت ہو سکتی ہے جب انہیں سے بعض کتب کی تو
آپ نے صورت تسلیم نہیں دیکھی اور ان کی دیکھی ہے ان کی دو
سطر برائی آپ اپنی اعتماد دستے ہمیں سمجھ رکھے۔ یہ پر دیوبندی

تعلیم سے کوئی اعتراض کیا تھا تو اس سے یہ کہاں لازماً تا
بت کر مولا نامہ صوفی، کے سفضل کی کمی تعریف ہی بڑی کیونکے
تعجب اٹھا کر دیکھئے۔ سائیں تو مولا نامہ اکہ، ایسے سفضل کا
ذکر کیا ہے جو لظاہر ہر آیت ایمان پر مبنی نظر آتا ہے۔ یعنی سارے
جمع۔ کہ قیام کرنے کے ادھر انھوں نے قیام نہیں کیا۔

سپوری کا حال افسوس ہے اسکے اور الیغدری فرانس ایسے
ہوں جن کی رسمے یہ فتحہ دنیا ملکن ہو کر مولا نامہ ادا رفاقت کا فعل
ہندو حرب ایمان کے تحت نہیں تھا بلکہ اس کے تھیجھے کوئی
ٹھیک ہے جو دا حساس کا رفرایا تھا تو اس سے بھی ہمیں کوئی
یحث نہیں۔ ہم تو سوال کی حد تک ذمہ دار تھے اور سوال اسی
اصل کو اسی انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ اسے حرب ایمان پر
معنی قسراً دنیا ملکن نظر آتا ہے لہذا ہم نے اسی کی حد تک۔
مولانا کی حسین گردی۔ یہ اتفاق تو خود حافظاً صاحب کی یہ کہ
عمر نے مولا نامہ الوفاء کو مرحد اور شیعہ مذہب تقدیر کر دیا۔ بدل
و بھیجئے ایسا بالکل نہیں ملے تھا۔ عمار نے زیر بحث معاشرہ
کی قدر کے ساتھ تو صیغہ کلمات پر تکلم کر رہیں۔ اس کی مذہل
الیحی ہی ہے جسے ایک شخص او باش اور سبیلہ مدار ہم تو ہم اسکی
برائی کریں گے بلکن کچھ دنوں بعد الگ ہمیں اطلاع دی جائے
کہ اس نے ایک مظاہم کو کسی نلاثم کے ساتھ سے سریانی دلائی سنبھال
سوال کیا جاتے کہ اس کا یہ عمل کیا ہے تو کہا ہے، یعنی، یہاں
دین سے کہ سفضل ایک ہے اور آفریں۔

اس پر کوئی عصی نہیں، پہنچنے والا کوئی لیجھے میں جو بہرہ دیجی
جو اکھیلہ ہے خائن اور آواز اے ہے اس کی پر صادقہ تعریف
فریاد ہے ہیں تو انصاف، کیجھے کہ یہ عرض کتنا نسبت پر دا زماں پر
غبی ہے۔ ظاہریات ہے کہ مظاہم کی حمایت کیا جائے بذریعہ نہ
بھی کرے تو سفضل کے تعلیم سے وہ تعزیزی کی تھی تھی، پوچھا اے اے
اس تعریف کا کیا طلب ہے کہ اسی لیا جائے گا کی مل نہیں کرے۔
حکیموں کی توصیف کو دی کہیں سمجھیں اور شریعہ مولا نامہ الوفاء
اس نے اس سفضل کی حد تک لائق حسینیں پیش کیے کہ جس سے مسرووب
ہو کر انھوں نے اس قیام کا از کا بہ نہیں کیا ہے وہ بدعت
سمحت ہیں۔ مگر اس حسین کا یہ طلب نہیں لیا جائے گا کہ غازی

"اب فرماتے کیا آپ مولانا مودودی کے اس بیان کو صحیح ہیں یا نہیں۔ اگر آپ مولانا مودودی کی اس بات کو نہیں مانتے تو پھر صحیح دہی بات آپ سے عرض کرنے دیکھو جاؤ آپ سے مولانا عامر عثمانی کے بارے میں کہی ہے۔ یعنی مولانا میں آئتی اور نہیں نہ چھائیتے۔ اگر آپ مولانا مودودی کی بات کو صحیح ہیجھتے ہیں اور یہ ملتے ہیں تو یہ بدعوت ہے تو پھر بحث کا درد ادا نہ خود بخوبی بوجاتا ہے کہ آپ اور مولانا عثمانی ہم خواہ ہیں!"

محترمی! ایسی بدعوت کو بعض طنز و استهزاء اور آتش بیانیوں سے بر جن نہیں ثابت کیا جا سکتا۔ اگر آپ اسے بدعوت نہیں سمجھتے تو کتاب و مذہب سے دلیل لائیے۔ اگر آپ کو اس عمل پر تعصی صند کی بناء پر اصرار ہو تو ذاتی حد تک محدود رہ لیجئے۔ دوسروں کو خواہ نجواہ کیوں اس راہ پر لگانے کی کوشش فرار ہے ہیں۔

ایک گزارش اور کم از کم "الوار اسلام" کو ان بحوث سے آلوہہ نہیجے جس مقصود اور جس تحریک کو آپ نے کرائے گے جتنا چاہئے ہیں اس کا میدان بہت وسیع ہے۔ اگر آپ ان بحوث میں اُنچھے کے تو پھر آپ کا اصل مقصد یہی مفہومی کی حد تک دفن ہو جائے گا۔ ہمیں الوار اسلام سے بہت بچھوٹیں رہا ہے (۱) غیر مسلموں کے اعتراضات کی توجیہ معلوم ہوئی ہے (۲) ان کے جوابات دینے کے طریقے معلوم ہوتے ہیں۔ (۳) غیر مسلموں کے نزدیک کی اندرونی بالتوں سے واقفیت ہوتی ہے (۴) دیگر مذاہب پر اسلام کی توفیقت کے دلائل معلوم ہوتے ہیں (۵) مسائل حاضرہ پر اصولی تقدیمے مستقر ہوتے ہیں (۶) سورتیں پر آپ کے اضافات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عرض بے شمار طرقوں سے ہم مستفید ہو رہے ہیں۔

لیکن اسی ہے کہ آپ میری ان گزارشات پر ظہرے دل سے خور فرمائیں گے:

خط و کتابت میں خرید اور حضرات اپنے نئے خبرداری کا حوالہ
بھوئیں ورنہ ان کی مدایات کی تعییں
دشوار ہو گی۔

طریقہ جانے دیجئے کہ عربی سے تواریخ الہامی مگر دعویٰ ہے تغیر
قرآن اور اجتہاد و تلفظ کا احتیاط کا لفاظ ادا ہے کہ جن مسائل کی بحث ہیں
عربی لکھنے کے بغیر چارہ نہ ہوا تھیں آپ دوسروں کے نئے چھوڑ
دیجئے اور اگر حکیم ہی نہ تھے میں لکھ دیا ہے کہ تناک حضور
اڑاڈ تو پھر کم سے م اتنی بیانات تو بر تیسے کہ جن اور دو کتابوں
سے آپ قتل فرماتے ہیں ان کا حوالہ دیدیا کچھ تیریہ کر رہا رہتے
اہل عربی کتابوں کے نام اللہ کریم خبڑا واریں پر برداشت نہیں
نہ رائیں کہ عربی لطیح پر ہماری بڑی گھری نظر ہے۔

ہمیں اندیشہ ہے کہ ہماری اس تحریر پر آپ کا پارہ بھر
چڑھ جائے گا اور دنیا کن جواب چینے پر آمادہ ہو جائیں گے
لیکن اسے محترم بزرگ! ہماری انتباہ حال میں ہی ہے کہ عمر
گیر زبان کی بقیر ساحرون کو نیمت سمجھ کر اپنے شایان شان
کاموں میں لگائیتے اور غم حسین کے نوک پلاک درست کرنے کے
لماں چکریں مت پڑتے۔ عامراً درمود عباسی رونوں ہم کے
کندسے ہیں تو آپ کیوں پر اے شکون کی خاطر اپنی ناک کٹوئتے
ہیں۔ دعا علیہما اللہ الیل الحنف۔

جن فتح تو ادا ہو گا۔ سیلانہ قیام کے سلسلے میں مولانا الہامی
مودودی کا بھی ارشاد ہم تعلیم کے دیتے ہیں۔ جماعت اسلامی اور
مولانا مودودی کے دیرینے مدار ہونے کے باوجود حافظہ صد
کے لئے اگرچہ حضوری نہیں ہے کہ پھر مسلک میں ان سے اتفاق
ہی کریں، لیکن اختلاف قوی دلائی بناء پر ہونا چاہیے تاکہ
تجھویں مغض اور عالمگیر داعی کی بیان دپر۔

زیر بحث قیام کا الغوفا مسد ہونا ہماری نگاہ میں ایسی
بیسوی حقیقت ہے کہ اس پر وقوق کرنے میں کسی ہوشمند کو
لکھی تاکہ نہ ہونا چاہئے۔ اگر کوئی شخص پر سہارس تک
جماعت اسلامی کا بھی ہمزاوہ ہتھی ہے اور پھر اچانکہ ہندو میں
کے بھروسے میں بھی آجائی ہے تو اس کی مثال تھیک اس شخص
کی سی ہے جو بیش سال دلی میں رہ کر صرف بجا طلاق جھوٹ کتارہ پا۔
"تلاش راہ تھیں فقل شدہ ایک خط میں مولانا مودودی
رقطراز ہیں۔"

کیاسیم کی کمی — دائمی نرالہ — پرانا بخار کھانی کاموٹر شربت



جمیں کیاسیم کی کمی دور کرنے۔ پرانا بخار کھانی۔ دائمی نرالہ۔ فحشک دار خشک کھانی۔ پسیت کی اگرست۔ دوپر کی فدا کے بعد حمارت ہو جانا۔ ہمچلیوں تلوں کا جلانا۔ سر۔ رخساروں اور آنکھوں میں ہے اُل تی تکھنی جسوس ہونا۔ سوتی جہڑہ ذہل جاتے کے بعد پیر پیپر ن توٹنا۔ ہمچلی بیکھی حمارت ہوئے قوت رہتا۔ موٹی جہڑہ اور انفلومنٹر کے بعد کی کمزوری فیروہ شکایات کے لئے مفید شربت ہے۔ بڑھے ہوئے پیر پیپر کو چینی ہی دنوں میں نارمل پرے ہٹا سے۔ ہر چار اور ہر موسم میں مفید ہر ایک بار آزمائیے تو سہی "زندگی" پر صرف کیا ہوا پیسے برپا دہ ہو گا۔

جومریض کثیر رقم علاج برخروج کرنے کرتے ہاجز آگئے ہوں۔ یا ان کی مالی حالت اجازت نہ دیتی ہو کہ وہ قیمتی اینٹیجیڈ دوائیں استعمال کریں اور انجکشن لگوائیں، ایسے مریضوں کو تو ضرور اس کم خرچ بالائیں شربت سے قائدہ الھانا چاہئے جو نہ صرف زبردی پوچنانی دو اخاذہ کا بلکہ طب کا ایک مایہ ناز خوش ذاتی شربت ہے۔ تفصیل کے لئے اس پیپر مفت طلب کیجئے سماں تو ل کا پینگ بارہ روپے۔ تیس تو ل کا پینگ چھروپر پیچا سنتے پیسے۔

نورت کی شیشی (ھا تو ل) تین پیچے چاہسنتے پیسے
نورت :- حصولہ اک پینگ کے معارف ان ہی قیمتیوں میں شامل ہیں۔

معدہ۔ جگرا اور آنٹوں کی خرابیوں کے لئے

معتبر دوا

حوالہ شہنشیل الطیب

حوالہ شہنشیل الطیب۔ معدہ۔ جگرا اور آنٹوں کو قوت پہنچا اکران کی خرابیوں کو دور کرنی اور ان کے افعال درست کرنے ہے پشاپ کی ریادتی۔ دائمی نرالہ۔ کمر اور جڑوں کے درد اور دیگر ریاحی امراض میں نہایت مفید ثابت ہوئی ہے۔ بیتل تو ل کا پینگ بچھوپے بچھیں نئے پیسے۔ دش تو ل کا پینگ تین روپ پرست اسکی نئے پیسے۔ حصول کے حصارف انہیں بیٹھا ہوں دواؤں کے تعلق تفصیل سے جائز نہیں کرنے شربت ادویہ اور مردانہ امراض سے چسکارہ پانے کے لئے "حافظہ شباب" اور نسوانی امراض اور زیکوں کی صحت کے لئے اسکی ادویہ اسیں خواہیں محفوظ رکھیں۔ حرف بہ نئے پیسے محل بھیجننا ہو گا۔ پتیرہ کافی ہو

بیکم حکم حمیم حمیم حمیم زبردی۔ اصر و هرم۔ یو۔ پی

شکل کی ڈاک

بے کہ ہر طرح کے ترضیوں کو ایک جیسا قرار دے کر ایک ہی جیسا حکم ان پر چاری کرنا عدل کے مطابق نہیں ہے اور اسی الحدیفہ نے جو ترضیوں کی تین تھیں کہ کے ان کے جدا جدا احکام مستبط کئے ہیں یعنی اس ائمیٰ الصافات کے مطابق بھی ہے ورول لگنے کی ایم صاحب کے نزدیک ترضیہ تین نوع کے ہیں:-

(۱) دین قوی وہ ہے جو فتدیا یا ہو یا مال بجارت کے

یہ لے ا جب ہوا ہو رہا سونا چاندی نقدی میں شمار ہیں مثلاً اپنے زیریکو ہزار روپیہ لپور قرض دیتے ہیں۔ یا آپ جنرل مریض ہیں اور زیریکی دوکان سے مختلف نوع کے سامان اور ہمار خریدیں اور ہائے۔ یا زیریکے دش تولہ سونا آپ سے قرض لے رکھا ہے۔ یہ سب صورتیں دین قوی کی ہیں۔ اس کا حکم ایم صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ اس پر حصہ بھی سال گزر کے جایں گے سب کی زکوٰۃ قرض ہوتی جائے گی۔ البته اداگی اس وقت لازم ہو گی جب کم سے کم چالیس درجہ کے بعترم۔ وصولیابی ہو جائے۔

(۲) دین ضعیف وہ ہے جو کسی ایسی شے کے بدالے عائد ہو رہے جسے عرف عام میں ”مال“ کہا اور سچھا جاتا ہے۔ مثلاً عورت کی کی تمام ترضیوں کی نوعیت بکار ہوتی۔ یہ ۹۹ ہمارا خیال یہ

فندکی زکوٰۃ

سوال :- از شش روید عثمانی۔ رام پور سرکاری ملازمین کی خواہ سے مختلف فندکوں میں جو ماہ بناہ قریب جمع کرائی جاتی ہے وہ رقم قسم ملازمت کے بغیر ملازم کی ملکیت میں منتقل نہیں ہوتی۔ تو کیا ایسے روپے پر بھی سو سے زیادہ ہونے اور سال بھر کی ترتیب گزرنے کے بعد زکوٰۃ قرض ہو جائے گی؟

الجواب :-

غفار جواب یہ ہے کہ فندک راس وقت زکوٰۃ فسیل ہو گی جب اس پر قبضہ ہو جانے کے بعد سال بھر کر گزرنے۔ اور زمانہ زماضی کی زکوٰۃ نہیں نکالی جائے گی۔ لیکن فندک کا معاملہ جنکہ بہت عام ہے اور بعض علماء پر بھی فتویٰ دیتے ہیں کہ زکوٰۃ پچھلے سالوں کی بھی ادا کرنی ہو گی اس لئے مناسب علم ہوتا ہے کہ یہاں قادرے تفصیل اختیار کی جائے۔

یہ فوظا ہر ہے کہ جب تک فندک ملکیت میں نہیں آ جتا اسے محکمہ کے ذستے قرض ہی تصور کیا جائے گا۔ اب غور کرنا چاہئے کہ کیا تمام ترضیوں کی نوعیت بکار ہوتی۔ یہ ۹۹ ہمارا خیال یہ

جوازم کی تجوہ سے کافی جاتی ہے۔ لہذا مجھی رقم کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ملازم ہی کی تجوہ کا حصہ ہے، دوسرے صورتی رقم تجوہ میں سے کافی جاتی ہے اس کا مجھی ستم نہیں ہے کچھلے تو ملازم کو پری تجوہ ادا کر دی جائے پھر اس سے طالب کیجا جائے کہ اتنے پیسے تم اپنے فنڈ کے لئے قرض دیدو۔ اسکی وجہے طرف یہ ہے کہ تجوہ فنڈ کی رقم کا شکر کے بعد ہی دی جاتی ہے اور ملازم کو اس کے بارے میں دھاختارات حاصل نہیں ہیں جو قرض دینے والے کو اپنے مال پر مغل ہوتے ہیں لہذا اس استوض کی نویخت دین تو یہ مجھی ہو یہ نہیں سکتی۔

رہا کہ یہ متوسط قوام کا بھی اطلاق اس شرکل ہے تجوہ خدمت کا بدل ہے۔ خدمت کی حیثیت مال کی نہیں فہرہ میں ان کی خدمت کے "مال" پر منحصر ہونے پر اختلاف بھی ہے تو اس کا تعلق "فلام" کی خدمت و محنت سے ہے۔ چونکہ "فلام" بخلت خود مال ہے اس لئے ہو سکتے ہے کہ بعض مالوں میں اس کی خدمت بھی تجوہ مال کے قائم مقام ہو جائے لیکن مرد آزاد کی حیثیت مال کی نہیں ہے۔ لہذا اس کی خدمت و محنت کو بھی فہرہ نے بالاتفاق "مال" کے نزدیک خاصیت خارج از بحث ہو جاتی ہے۔ تمام اگر اختماً اسے دین متوسط بھی سمجھو دیں تب بھی دین متوسط کے بارے میں عرض گیا جا چکا کہ اسے دین ضعیف کی صفت میں رکھنا ہی امام حنفی سے قوی طور پر منقول ہے۔ پس تخفیر کا صحیح ترین مسئلہ یہ ہے کہ فنڈ پر زکوہ اس وقت حاصل ہو گی جب وہ یا اس کا بقدر ضباب حصہ پھر میں اک رسال بھر کر باقی رہ جائے۔ گذشتہ سالوں کا کوئی حصہ نہیں کیا جائے گا۔

ہاں صاحبین (قاضی ابوالحسن) اور امام محمد بن حنفیہ کی طرف بعض کتب میں یہ راستے مشوب کی گئی ہے کہ اللہ یعنی حلقہ اسواع و کلهما قوی تسبیح الذکر فیما قابل القیصر (سازے قرضے ایک ہی جسم ہے) اور اخین دین قوی ہی کوئی جائے گا جس کے نتیجے میں ان پر قبضے سے پہلے ہی زکوہ واجب ہوتی رہے گی)

ہر یادہ رو یہ تجھے عورت نے خلع کے بعدے ادا کرنا سطے کیا ہو۔ یادہ مال دراثت بھی وجہے بہت ذوق تک قبضے میں نہ آ سکے۔ معلوم ہے کہ ہر مرد کے ذمے قرض ہی ہوتا ہے، لیکن یہ قرض "مال" کے مقابلہ میں نہیں ہے۔ اس کا حکم امام حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اس پر زکوہ واجب نہیں ہوتی۔ لہذا جب وصول ہونے کے بعد اس پر سال گذر جائے گا اسٹت اسی سال کی زکوہ واجب ہو گی۔ اسی طرح مال میں مبلغ اور مال دراثت کو بھی سی مال کا عرض مترا رہنیں ہے مکنے۔

(۲) دین متوسط دین ہے جو اگرچہ مال ہی کے بدلے ہے اور جب ہوا ہو، مگر یہ مال نہ تو تجارت کا ہے زنقد کی حیثیت رکھتا ہو۔ مثلاً آپ مکانوں کی تجارت نہیں کرتے بلکہ کسی وقایتی مہروڑو مصلحت کے تحت اپنا ایک مکان بریکے باقاعدہ قرض فروخت کر دیا تو یہ قرض دین متوسط میں داخل ہے۔ مکان کے علاوہ جتنی بھی چیزوں انسان کی ضرورت اصلیہ میں شمار ہوتی ہیں جیسے لبرسات، غذا ایس پانی پیشے کا کتوں وغیرہ ان کی حیثیت قرض فروخت کرنے کی صورت میں مکان ہی جسمی ہے۔ دین متوسط کے تعلق امام اعظم کی دوسرے منقول ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح دین قوی پر تمام گذشتہ سالوں کی زکوہ واجب ہوتی ہے سطح اس بھلی واجب ہو گی لیکن ادا کی ضروری اس وقت قرار پائے گی جب کم سے کم دوسرا ہم باچاندی کے نصاب کے بعد دھولیاں ہو جائے۔ دین قوی کی طرح صرف چالیس دن ہم کی دصربابی پر ادا بھی کا لزوم نہیں ہو گا۔

دوسری راستے پنچوں ہے کہ دین متوسط دین ضعیف جیسلے۔ دلوں کے احکام یکساں ہیں اور اسی راستے کو تحقیقیں سنے زیادہ قابل اعتماد نہ رہیا ہے۔

اس تفصیل کا رہنمی میں خور کرنا جائیے کہ ملازمین مکمل وقت پر زیر بحث ہیں ان کی کیا حیثیت ہے۔ انھیں قرض کی کس قسم میں داخل سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ نزدیک ان کی حیثیت دین ضعیف کے سوا کچھ بھی نہیں ہی۔

دین قوی ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ اول تو خود مکرم بھی اپنی طرف سے کچھ رقم اس رقم میں شامل کر رہا ہے۔



خون سہما

① چھوڑے ٹھپنی خارش کو ختم کرنے کی کامیاب

دوائی۔

② فساد خون اور جلد کی دلسری بیماریوں میں بے حد

مفید ہے۔

③ معدہ اور جگر کی اصلاح کر کے عمدہ خون پیدا کرتا ہے۔ ہر عمر کے لئے کام مفید ہے۔

ملنے کے اپنے

دواخانہ طبیہ کلج مسلم نیویورکی
علیگڑھ

چونکہ صاحبین کی چیخت طائفہ احتجات میں امر اور وہ سائنسی ہے اس لئے احتیاط کا تقاضا ہنا تو یہ ہو سکتا ہے کہ فائدہ پر آپ اس دن سے زکوٰۃ کا حساب لگایں جب وہ بخدر لفڑا ہو جگدا ہے، لیکن یہ درست نہ ہو گا کہ فتحی سطح بر بھی اسی احتیاط کو فتوت کی شکل دیں۔ ہم نے جتنا بھی خور کیا آئیں اعداد سے اسی نقطے نظر کو مادرانہ اور مذکور ترین محسوس کیا کہ مختلف النوع فرموز کے احکام میں سرق کیا جائے اور فائدہ حصے فرموز پر قبضے سے سلسلہ زکوٰۃ کا سوال نہ اٹھایا جائے۔ لذا مسجحی زکوٰۃ کو تو صاحبین ہی قبضے سے پہلے اور قبضے پر زکوٰۃ قبل القبض ہی ماند ہوتی رہی ہے اسیلے ہر طرح کے قبضے پر زکوٰۃ قبل القبض ہی ماند ہوتی رہی ہے اسیلے جب وہ وصول ہو جائے تو پچھلے سب لاوں کی ادا کرنی پڑتی ہے۔ یہ اُس وصفت 'ہمہ گیری'، اعدال اور رفتی و شفقت کے مطابق ہے ہے امام عظیمؒ نے قانون سازی اور اجتہاد کے ہر مرحلے میں ممکن حد تک مخواطر رکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ عالم

بیالیسوں کے لئے بشارت

مفید، محجب، قابلِ عماد، علاج

تجربہ ہماری صداقت کی کوہی دیگا

اگر اب مدون علاج و معالجو کے بعد بہت ہار کر مایوسی استشار کی زندگی لذار رہے ہیں۔ وقت کے تعافے یا غیر معاوی زندگی کے باعث جسم کی طاقتیں زائل ہو رہی ہیں تو مندرجہ ذیل دوائیں استعمال کیے کہانی زندگی کو شاد و ختم بنائیے۔

مجون نٹ لاذندگی۔ مکمل کورس دش روپے

محبوبی۔ سو گولیاں دش روپے

رفیقی۔ ایک ششی ڈھانی تولہ پانچ روپے

انس نسوان۔ مکمل کورس دش روپے

یعنی جملہ امراض کا علاج ہماسے یہاں ہوتا ہے۔

حکیم بوسعیت اللہ عزیز اسلام نگرڈ اکنام در بھنگہ صنع در بھنگہ صور بہار



روزِ عنم کوئی ہموں
اشتہاری تسلی نہیں۔ قبیلی
جرجی بوٹیوں اور مفید اجزاء کا
مرکب ہے جو دماغی قوت اور بالوں کیلئے
مانگ کی چیخت رکھتا ہے۔

داماغی نریلے کو دور کرتا ہے۔ بے خوابی رفع کر کے بیٹھی
نیت دشلا تا ہے۔ دماغی محنت کرنے والوں کے لئے خاص

تحفہ ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ ۸ نئے پیسے۔

ڈاک خرچ ڈیڑھ روپیہ علاوہ

ہلال فارسی۔ دیلو بند (بیچی)

غیتہ الطالبین ممع قبور الغیب

(اردو درجی)

شیخ المشائی حضرت عبدالقار جیلانی کے شہر و آفاق افادات عالیہ۔ دو ختم جملوں میں مکمل۔ پوسٹس روپے۔

حسن میں ایک حجازی عالم کے ایمان اور ذریعہ داد
کی تجویض سلیس و شکفت اردو میں اسلامی
اقدار و عقائد کی دلپذیر حکایات فہیم و شریح۔

قیمت صد سوار و پیسے

فارابی تأثیرت - عباس محمود (حضری)۔
ترجمہ - رئیس احمد جنفری۔

معتمد شافعی حکیم ابوالنصر فارابی کے فعل و کمال، شخصیت حالات و سوانح۔ علمی مقام اور تجدید فلسفہ میتوطن سے مفصل اندر مستند حالات۔ قیمت ایک روپیہ بارہ تسلی۔

اشرق الجواب اسلام پرست کے جانے والے نوع ب نوع
مولانا اشرف علی کی زبان سے۔ شاخدا بغیر بان کے کیے کلام
کرتے ہیں؟ جنت دوزخ کیسے اور کیوں ہیں؟ کیا خدا کا فسر کی
معقرت پر قادر نہیں؟ دغیرہ ذکر۔
قیمت ایک روپیہ

مسلم لوپ شورشی اور جارحانہ فرقہ پرستی
ہندوستانی مسلمانوں کے ذہب، کچھ اور جوان وصال پر
وہ پوشیں ہیں ان کا بصرہ زخمی اور ممتاز لوگوں کے قربوں
پر لفڑ دھصرہ۔ قیمت ڈھماکی روپے۔

فسادات حلیل پورا اور اس کے بعد

حدائق احمد کی قبریں، فن الہجا تائیں بیکن اس سے بتوحیل کرنا
جیکی ملن پہنچو رہے اور اپنے کی سطح پر زندہ رہے۔ پر کتابی کی امکان کو
پائندہ رکھنے کی ایک مزبور شیخیہ اور فکر انگریز کو شکش ہے۔ قیمت دو روپیہ
وہ سکتی ہے۔ چلی دیوبند یو۔ پی

ماہنامہ ترجمان الفرسان اورین کو این خواجہ شاہت سے سمجھے
چلاںے والے کہتے ہیں۔ محمد

منصب سالنت نصیر رسول اللہ صرف پیغمبر وصال
تھے۔ صرف ایک بیک آدمی تھے۔ صرف ایک دینی رہنما تھے۔
مگر۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی سیکتے ہیں۔ وہ رسول
تھے۔ حاکم تھے۔ قاضی تھے۔ شارع تھے۔ اور ان کی سب
حیثیتیں ایسی ہیں۔ ہمارے کی طرح اُنہیں ہیں۔

یہ سے عدد پچھپے۔ بلند یا یہ سحرف آخر قسم کا حکیم
نمبر آج پھر سے طلب کر سکتے ہیں۔

قیمت ساڑھے تین روپے

نصرۃ الحدیث کتاب۔ ہر واحدی الزام اور پیشگوئی نے
کامل اُن۔ زبان عام فہم شکفتے گری طالب نہایت دقیق و سنجیدہ
مولانا حسینیہ احسان الاعظمی کی یہ تجویض تصنیف بیہقی ماتھوں باختہ
لی گئی تھی۔ اب پھر مقدمہ ترمذیہ کے انسانی کے سائنس شائع
ہو گئی ہے۔ قیمت ڈھماکی روپے۔

خلوق عظیم حضرت امام خراصی کی تھیڈ ترین بڑی تالیف کا
اردو ترجمہ۔ اسلام کے پسند و فرمودہ اخلاقی ادابی
اطوار کی ایمان اور ذریعہ۔ یہ کتاب ہر مسلمان کے نئے قدم قدم
پر رہنمائی پیش کرتی ہے۔ قیمت پاچ روپیے۔

زبدۃ المناسک (کمال میل) عالم رہنما فی مولانا رشید احمد
کے موضوع پر۔ کم سے کم اردو میں امام الکتاب سمجھی گئی ہے۔ کیون
اھنافیوں کے ساتھ اس کا یاد رکھنا چھپ کر آگیا ہے۔ اسیں
جع کے تمام مسائل کتابوں کے جوابوں کے ساتھ تفصیل حلیں کے
مستند جائز ارشقی بخش۔ قیمت میل آٹھ روپے۔

سوانح خواجہ بن معین (چشتی) کوں ہے جس نے امام زادیہ
شیخ المشائی حضرت خواجہ معین الدین چشتی رہ کا نام تائی نہیں سنا، ان کے حالات
شاغل، افکار، مسائی اور اندازی کا رکار دیج بروز تذکرہ۔

مجلہ ساڑھے چار روپیے

مسجد مسکن زندگی

دیوبند کا آل انڈیا مشاعرہ

۲

دھماتے ہیں کہ اللہ دے اور بن دے۔ مثلاً دعوت نامہ کے
جباب میں وہ لکھیں گے۔

حباب والا!

دعوت نامہ مل۔ اس اتفاق کو لیکر کہیں کہ جس تاریخ میں
آپ کا مشاعرہ ہے اسی تاریخ میں نکالیں گے۔ ہر سے چانے
پر مشاعرہ ہو رہا ہے۔ جس مکمل کلاس کے کرایہ اور سورپے
نذر اُن پر و عده دے چکا ہے۔ آپ سے بھی بد نظری برستے
بُر طبیعت آناد نہیں ہوتی۔ اتنا دعویٰ رہا ہے کہ لذت کی وجہ
آپ ہی کے لیے یہاں حاضر ہو جاؤں۔ پھر اس کا منی آرڈر تائیسے
بھیج دیجئے۔ سو میں حاضر ہونے کے بعد لیوں گاڑتگا آگئی
ہوں دعوت ناموں سے۔ ایک درجن دعوت نامے اس وقت
بھی ہیری میز پر رکھے ہوئے ہیں۔ فقط السلام۔

آپ کا جلوہ روپیکھنڈوی

حالانکہ اکثر حالتوں میں خط کا یہ سودہ بھی کسی غیر شاعری
ست کھوا یا ہوا ہوتا ہے اور میز کا ہمارا تک تعلق ہے آپ کسی اپنا
جوہہ م حاجب کے لیے انتہی تشریف لے جاؤ رکھیں انشاء اللہ ہم خدا۔
ماں سوں کے ہجوم میں پتھر پڑھے بغیر نرہ ملکیں گے۔

اگاہ ہے ٹھرمیں ہر سوزہ دیر انی تماشاگ
دار اب کھوئے پڑھاں کے ہے میر درباں

خداداکر قطعات کی بارش بند ہوئی۔

شاعر بے اچھے اچھے آئے ہوئے تھے۔ حام اکبر آبادی
عارف جہاسی۔ واقعہ مراد آبادی۔ خدا کیب گنجیوی۔ تو رقی
میر ٹھی۔ امیر دہڑی۔ کامل قریشی۔ رہمن بھیب آبادی۔ شاہ
نوہی۔ فاقہ مکفتولی۔ حقیقت میر ٹھی۔ روزانہ حدیقی۔
ان کی آوازیں، ان سکے لمحے، ان کے اشعار یادداشت
کے خانے میں کچھ اپسے شیر و شکر ہوئے ہیں کہ تحریر و تجزیہ
سخت مشکل ہے۔ کوشش کرتا ہوں کہ کچھ کام پڑے۔

حقیقت میر ٹھی سختہ گوہیں، پاکیزہ گوہیں۔ پڑھتے بھی
خاہاہیں۔ ملکیہ دیاں کمی افسوسیں آل انڈیا گلہنیں بننے
دیں گی۔ ایک توبیہ کہ ان کے یاس آل انڈیا گلہنیں ہے۔
دوسرے یہ کہ دین و اخلاق کے چکر سے نہیں نکلنے کے ہیں۔
کل گھر میں آپ بر قعہ کے فوائد پر کچھ دریے لگیں تو لوگ
آپ کے چہرے پر دیوانگی کے آثار ضرور تلاش کر لیجئے۔

مشاعرے تو اب کے لئے منقد نہیں ہوتے پہنچ دے
ادبی مشق کی جیئت سے منقد ہوتے تھے۔ اب انکی جیئت
ذہنی افہارسے تھیرنے والے ملادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تفریخ
اور کاروبار کے دو اجزاء کا مرکب ہے۔ آل انڈیا ہماریں
کو تو کیا کہیں۔ بالشت بھر کے شاعروں پڑھ کے ہم

مقبولت مال کر سکتے ہے عشق! ہا ہا ہا۔ یہ کس چڑیا کا تھا
ہے۔ کہاں ہے کوئی عاشق لا کے دکھا۔ میں نے تو دیکھو
ماشی دیکھے۔ ان میں اور بواہوں میں صرف کچھی کافی تھی
نہ تھا۔ اندھے وہی جلت۔ وہی جدید۔ جس کا پیٹ گوشت
کی بوٹوں کے سو اکسی چیز سے نہیں بھرتا۔

یہ میں نہیں کہ رہا ہوں۔ میرے اندر کا وہ فریں امرگ
ملکا کہہ رہا ہے جس کی نظر وہ کے سامنے پرانے علم الاخلاق کی
ایک ایک دلوں اور گردنی چاری ہے۔ ایک ایک متون لرزہ بینا
ہے۔ ایک ایک سانچا طوٹا جا رہا ہے۔ لوگ جنچ رہے ہیں کہ
قدامت کی ہر یادگار کو تم خس کر کے رکھو۔ فرسودہ قدر وہ
کے ایک ایک نشان پر نہ تہذیب و تتمدن کے طور پر جلا دو۔ حیرت
اور درد برابر ہیں۔ اٹھیں قرب لاؤ۔ اتنا قرب لا کر درمیان
میں کوئی پر دو کوئی ہمید بھاڑ کوئی رکاوٹ حائل نہ رہے مغرب
اس راہ میں بہت آئے بڑھ گیا ہے شرق کو بھی اڑھی چوٹی کا
نور لگانا چاہئے۔

یک ایک بھی خالی ہیا کہ حقیقت صاحب الگ بھی شعر میں یا
روں میں پڑھ دیتے تو ان کا یا خشن ہوتا۔

میں بتاؤں کیا خشن ہتا۔ پارٹی کا کوئی مگا شرپڑی
مرقب کیا کہ حقیقت وہ کے خالات ایک بھی بورڑو ای اخلاقی
کی غلطیوں سے خطرناک تک نہ ہو آ لو دیں۔ وہ کسی ساری جی
طا قست کے اشارے پر زبردیے خالات کا پرچار کر رہے ہیں۔
ان کا پڑھنے کا طرز بھی تھوڑا ایسا ہے جس میں تو بادیاتی نظام کیتے
اجیائی ذہنیت کے لاشوری عراجم کا سراغ ملکا ہے۔

اُنگلے روز ایک بولیں کار آتی اور حقیقت وہ کو بغیر
کچھ بتا سے کچھ طے جاتی۔ پھر ذہنی تحریر کے مقصد دزندگی بخت
مراحل سے گذارنے کے بعد اخیں عظیم عوام کی عظمی عالمیت
میں شیش کیا جاتا اور گیشت بیست کی کٹ پتلیوں کے ایک
سلے بن رہے رقص کے بعد غلیم نجح صاحب فرماتے ہے۔

”حقیقت وہ عظیم عوام کے مقدس بھی رحمات
کی تحریر کر کے تم نے ملک دشمن خریجی ذہنیت کا ثبوت فراہم
کیا ہے۔ ہیکل ہیکل بناوتم کس سارما جی طاقت کے ارجمند ہو۔“

خصلی یہ ہے کہ ان بالشیوں کو پیداالت میان نے گلنے
بجا سئے کے لئے لگایا تھا۔ اسی نسبت سے سریلا کلام بھی عطا
کر دیا تھا۔ میونے پر سہاگا کا یہ پوکا نامی کافوں نے تال سرخی
کھر میکھی میکھی چھوپ دیتے۔ بلدی گئی نچھٹکری رنگ آیا چھکا۔
یہ پھر تو یہ شاعر ان کے گھر کا کتاب بھی شاعر۔ اب باوجود
رنگ مرگے الفاظ جوڑ لئے یا کسی فادر نوش شاعر کی، خصیل پر
اٹھنی رکھی اور یہ کہہ کر غزل مانگ لی کہ اٹھنی بطور ایڈوانس
ہے۔ دس روپیہ مشاعرے سے لوٹ کر ملیں گے۔ شاعر
سوچتا ہے چیبا عصی توف راتی چار پیاری چالے یعنی گے اور
ہر سایی کے ساتھ ایک تازہ غزل اور کہہ لیں گے۔ دس
بعد میں شکریہ ایک تھوڑا ای کے تھی خائنے میں کام آ جائیں گے
یہ تو کار و باری گئے شکھے۔ دس را گوشہ جسی بھی ہے
یعنی شفا فتحی۔ ہر سکنے ہے آپ گانے بجائے کو جسیات سے
تھی کرنے پر آمادہ نہ ہوں۔ چلئے دہ رو حانی سہی، مگر کیسا یہ
نیزگزمانہ آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہندو پاک دلوں
میں اب غلبی طفیل بھی مشاعرے کے اشیع پر پورے دیکھ
کے ساتھ جلوہ گہرپتی جا رہی ہے اور سامعین کی صرف میں تو
وہ ہر ادھی مشاعرے میں افراط کے ساتھ ملے گی۔

اعراض فضود نہیں منتظر ہے لگزارش احوالِ قی
یہ ذہنی ایسا ہے کہ عورت کو کم محفل کی حیثیت سے ہر کچھ
اجماع میں موجود ہنا ہی چاہئے۔ اسے دیکھ مردہ دلوں میں
حکمت پیدا ہوتی ہے اور حکمت میں برکت میں کون کافر
انکار کر سکتا ہے۔

اب اس پیغمبر میں سوچتے تو بھلا ایسے شعروں کی خواہ
کی نظر میں کیا قیمت ہو سکتی ہے۔

نا حسکم بناوتم
عش شرای صدق و معا

یہ حقیقت صاحب کا شعر ہے۔ کوئی بتاؤ جس ”ہوں“
پر آج کے جگہ مگ کرنے تہذیب و تعمین آج کے ثقافت
کچھ، آج کے ارتھ، آج کے پورے نظام نکری جعل کی بیاناد
ہماس کی تحریر کر کے کوئی مولانا نام کا شاعر کیسے غیر معنوی

آئے۔ حمافہ صاف کہو۔

”کیا ساز بر بات کا اطلاق ہو سکتا ہے؟“

میں قبول نہ گیرا۔ ”اطلاق یعنی اب تم استعفی مکٹے

ہوئے لفظ بولو گی۔ اُردو میں کہو۔“

”چلیے آپ رس منٹ اٹھیان سے جواب سوچ لیجئے

میں جلدی نہیں کروں گی۔“

”ایسے واد۔ سوال تو صاف چوہا نہیں تو جواب کیا اپنا

سردوان گا۔“

”سوال تو صاف ہو گیا۔ اول تو یہی نکتہ بحث طلب ہے کہ

سو ز ساز کی صفت ہوتی ہے یا نہیں کی۔“

”تم فلسطینی۔ شاعر نہیں کہنا چاہتا کہ ساز میں سوزنہ

ہو، بلکہ وہ کہ رہا ہے کہ اگر ساز بھلنے والے میں سوزنہ سو تو ساز خدا

روٹھی بھیکی بات سے زیادہ کچھ نہیں۔“

”یہ شاعر نہیں آپ کہہ رہے ہیں۔ شعر میں تو نہ ساز نہ

کاڈ کہے دئئے کا۔“

”کیا بھوکی سی بائیں کرتی ہے۔ شعر میں تو دفات تو پہا

ہی کرتے ہیں۔“

”چلیے مان بیا سوزن کا تعلق تغیر کار سے ہے۔ یا جس سے

بھی آپ اپنی مگر کیا یوں بولنا درست ہو گا کہ فلاں ساز ایک لیزید

شیریں باخت ہے اور فلاں ساز اک روکھی بھیکی بات؟“

”میں نے کھوپڑی سہلائی۔ خود اپنی کھوپڑی۔ اس پر

خورد گھاس کی تھیں بہار لہار ہی بھی۔ تیل ز جانے کیسے نہیں

ٹپا اچھا پھر ہات کی جگہار معاذ اللہ۔“

”اُف کتنا سرم درد ہے۔“ میں نے بالوں کو ٹھیک ہیں جو

کو کھینچا۔ فدا شیرہ جو امانت ہوا تو اُون پھر دیکھوں گا تھا میں دماغ

کا کوں اسکے پڑھیلا ہوا ہے۔“

”کھانا اُتر رہا ہے۔ میں اپنا اعتراف دا پس لیتی ہوں۔“

”اوہ ممت۔ یہ بہت بُری بات ہے کہ تم اُسے دن بڑے

ٹپے شاعروں اور ادیبوں کی تخلیقات میں کہڑے نکالتی ہوئیں

تھیں پہلے بھی اطلاع دے چکا ہوں اور اس بھروسہ دیتا ہوں کوئی تو

ناقص العقل ہوتی ہیں۔“

”یوراء نر بھجے اپنا قصور میں ہے۔ اپنا اعتراف نامہ میں

نہ پکڑھا صاحب کو میں کر دیکھا ہوں۔“

”وہ ہم نے دیکھ لیا مگر تم نے اس میں اس بورڈ دا لٹا

کا نام نہیں بتایا جس کے اشارے پر تم چاہیز ادا نہ صوراخلا

کی نشانہ نہیں کے منصوبے نہ رہے ہو۔“

”میرا جا نظر کچھ خراب ہے حضیر عالی۔“ گرائیکٹر صاحب

نے مجھے یاددا یا ہے کہ یہ سب میں امریکے کے اکسا نے پر کر

رہا ہوں۔ اب ہر ایکی بھی لیکھنے ہے کہ وہ بورڈ دا شعر

مجھے امریکے پی سے طراشمیٹر کے ذریعہ وصول ہوا ہو گا۔“

”خیر خرم تم پر رحم کریتے ہیں اس بھی غلطی کو معاف

کرتے ہیں۔“ ٹرولی لافت اکا مریڑی حفینیوں کو صرف پاچ

سال کے نئے عوامی محنت کے لیکے۔ میں پہنچا رہا اور انھیں

سمحاوں کے اب تھے ہوں کی بجائے یہ شرے ہوں کی گو بھی اگذے

کے مسئلے پر غور کیا کریں۔“

ہستغیر اللہ۔ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ عرض یہ کہا

خاکر حضیر میرٹی اچھے شاعر ہیں۔ ان کا مطلع بھی مجھے یاد ہے

کیونکہ اگلے روز اس پر ملائیں سے جھک جھک ہوئی تھی۔

سو ز نہ پڑو سازی حیات

صرف اک رکھی بھیکی بات

نما ہر ہے مطلع نہیں کا میاں اپ اور پاکیزہ ہے اگر عورتوں

کی ناصل العقلی خدا کی بناہ!

گھر میں شاعر کے کانڈکر ہو رہا تھا۔ میں حقیقت صاحب

کی تعریف کر رہا تھا اور اکی بار سی مطلع لئنگٹا چکا تھا نیمہ

یعنی ملائیں خربوزہ کاشتے کاشتے بیلیں۔

”حقیقت صاحب واقعی بڑا پاکیزہ ہے۔ اگر آپ

مطلع یہی کیوں دھرم اسے جاری ہے ہیں اور بھی تو اچھے اچھے شعر

تھے۔“

”کیوں مطلع میں کیا نقشان ہے؟“ میں نے تجویز کیا

”اس میں جھول ہے۔“ ہم نہیں۔

”نہیں۔“ ما شام اللہ۔ جھول تو تھیں مجھ میں بھی نظر

غزد اچھے شاعرور سکے بعض اشعار عورتوں کی زندگی سچ سے بلند ہوتے ہیں۔ مثا عسرے کی بقیہ رواداد بھی نہیں ہے۔ تو شصاحب کی وہ غول بہت عمدہ تھی:-

تم اٹھے دام جھٹک اسے روش
لوگ اپنی جھوپیں ان بھر کر پڑھے

جب تو شصاحب پڑھے کھڑے ہوئے تھے تو میں سچ رہا تھا کہ ان کے بعد یقیناً میری بھر ہے کیونکہ حاضر شاعروں میں یہی سبک پر اتنا اور بڑے آں اندھیا تھے۔ اچھے بُرے سب بڑے چکے تھے۔ پر خیال کی کس طبیدت بڑی ہی سرور ہوئی کہ مسکن کیڑی صاحب نے کم سے کم اپنے کے معاملے میں تو حقیقی وطن پرستی کا لحاظ رکھ رہی لیا۔ جو ہر بے بعد میں پڑھوں اضاف اعلان تھا اس حقیقت کا کوئی تلاش بڑا شاعر اس شاعرے میں کوئی نہیں آیا۔ ہپ ہپ ہترے۔

میرے ملتن نکل بے اختیار یہ دعا بھی آئی کہ اے اللہ
و تو شصاحب کی غزل پڑھ جائے۔ لے سخاب الدعوات ان کے
گلے میں بلغم اڑکا دیکھئے با پھر ان کے شعروں کو بھر سے گردادیجئے۔
اپس بڑے کار سازیں آپ ہی نے آتشِ حرودہ سرد کی تھی۔
آپ ہی نے حضرت نوحؑ کے طوفان کو کسی سے کجا کاھا۔

اس دعائی کلم شاعروں کی قوم تو خوب بھختی ہے مگر غیر
قوم کے لوگ شاید ہی بھجوں۔ درصل ایک شاعرے میں یہ راز
بھجو ہے ایک بڑے شاعرے با تھا لگا تھا جن کا تخلص غالباً گھل تھم
تھا یا شاید یا تم۔ جو بھجو ہی رہا ہو وہ بہر عالی میرے قریب ہی
بیٹھے تھے، بڑے چمک رہے تھے۔ یہ کیا کھین ایک با خر
آدمی نے بتایا کہ ان کا نمبر مرثیم ہے اجلی کے بعد ہے۔ یہ سنتے ری انکے
جسے پر سایہ سا پھیلنا نظر آیا مساري خوش طبعی رفیق کر بھوگئی۔
پھر چھوڑ بڑی دمڑیم جملی خزل سرا پڑے تو ان کی رفعی ملائی
آوازِ شاعرے پر چھاکی۔ دادکے ڈونگڑے برس کئے تھے
لکھیوں سے بالکم مسائب کو زکھر رہا تھا۔ کیا بتاؤں کیسا دردناک
منظر تھا۔ ان کے جرسے پر ہوا ایمان بھوٹ رہی تھیں۔ ہونٹ
بھی کھلتے کھی بھجئے۔ رنگ زرد تھی۔ میں تو ڈر گیا کہ ہونٹ ہو
دش تھیں تو نہ کا عمل جاری ہے ایں یہ مرار کے مقدمہ

”اس سے میں سن کتب انکار کیا مگر اس سے یہ کہاں ثابت ہو الکہ ہر رادیب و شاعر غیر ہوتا ہے۔“
”اب تم عقائد کی بحث اٹھاؤ گی۔ لاذ خریزے اور
لاذ۔ یہ شاید تھا رے بھیانے مجھے ہوں گے۔“
”جی ہاں۔“

”واپس کر دے۔ دیکھاتم نے انھوں نے میری زندگی تباہ کر دی۔ رات یقیناً اٹھی کی سازش سے میرا نام کا ٹاگیا ہے۔“
”اس کی تو فوجھ بھی شرکایت ہے۔ خود میں جھوٹ سے پاچھڑی تھیں کہ تمہارے میان بھی تو شاعر ایں انھوں نے شاعرے میں کیا نہیں پڑھا۔ میں نے کہدا کہ وہ ملاؤ آدمی ہیں کسی لمیسے شاعرے میں نہیں پڑھ سکتے جس میں عورتیں بھی پڑھ رہی ہوں۔“

”شباباں۔ بہت مناسب ہو اب دیا۔ پھر ہر یوں
نے کیا کیا؟“

”کچھ نہیں چپ ہو گئیں، مگر وہ مولوی شریف الحسن کی بڑی
لطی سماں کہنے لگی کہ لے ہے ایک بیماری۔ شرم ہی تو تھی کہ ناداہ انہیں
کھلایتی۔“

”خیر خیر۔ یہ خریزے واپس بھجواؤ۔ بخمارے بھیتا سے
اب میں کی قسم کا گھر بولو قلن نہیں وکھنا چاہتا۔“

”یہ کھنکتے میں نے آگے بڑھ کر بیس بے ارادہ ہی ایک
پھانک اٹھا کر تھیں رکھلی۔ چنانکے کیا تھی شرم کی بھوار تھی۔
آتشِ استعمال پر جھیٹا سا پڑ تا چلا گیا۔“

”آپ کی راستے ہے تو میں واپس بھجوائے دیتی ہوں۔“
ملائیں سینی اٹھانے لگیں۔

”ٹھہر جاؤ یہ تو کافی بیٹھے معلوم ہوتے ہیں۔“ میں نے ایک
اور فاکش تھیں رکھتے ہوتے ان کا ہاتھ سینی سے ہٹادیا۔

کھانے کے دوران میں انھوں نے غالباً ازراء شرارہت
چھڑتے ہی سوال کیا۔

”آپ نے بتایا نہیں ساز پر بات کا اطلاق.....“
”کوئی ازو اطلاق کو۔ میں حفظ صاحب کا پرست مکثیری
نہیں ہوں۔“

تجھی کے سوا کسی کی بہیں ہو سکتی تھی۔
”بچھنہیں۔ ان صاحب کو غالباً امرگی کا درودہ پڑھ رہے
ابھی شیک ہو جائیں گے۔“

میرا خون ٹھوول گیا۔ یا اللہ یہ میرا اسالا ہے یادشیں
جانی۔ اگر خون نہ تھوولتا تو ارادہ تھا کہ دس ہیں منٹ ہوش
پڑھا رہیں گا تاکہ دریٹانی کی داد دینے پہلیں والے بھی تشریف
لے آئیں۔ مگر ”مرگی“ کا الزام سر آزاد پھر کارادہ بدلتا
پڑا۔ اس میں اکدم مشینی انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور اپنے
اور چھکلے ہوتے حضرات کی طرف آنکھیں بھاڑ پھاڑ کر
دیکھتا ہوا بولا:-

”اسے اسے آپ لوگ مجھ پر کہاں سوار ہوئے جا
رہے ہیں۔ اپنی اپنی جگہ بیٹھئے۔“
”کیا ہوا تھا۔ آپ کی کیسے گئے تھے؟“ ملی جلی آوازیں
اُبھریں۔

”دریٹانی ہوا تھا۔ اسے صاحب تھیکیا یامنڈر خود
کوئی بیڑی پر کے بچھا کی تھی بس میں الٹ گیا۔“
یہ کہتے ہوئے میں نکھیوں سے ایڈیٹر کھلی کر بھی دیکھ
رہا تھا۔ ان کے چہرے پر سہ رو دی اور تأسف کے عرض طریق
سلیقہ کی بیڑاری کے آثار پائے جا رہے تھے۔ وہ بس
والوں پر یہ ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے کہ میرا ان کا کوئی ادنی
سامبھی تعلق ہے۔ یہ ایکٹنگ چل بھی اس لئے کوئی کفریت اکثر
حضرات پر دیتی تھے۔ رہمی میر حیرت ملی جیسے دوچار شناسا
تو وہ ایڈیٹر صاحب کی دہا بہت سے اس درجہ بیڑا رہیں کہ
ان کے پارے میں کچھ سوچنے کو بھی نیاز نہیں۔ بچھے یاد ہے
جب ایڈیٹر صاحب کا نام لکھا اگر ایسا تھا تو میر حیرت ملی نے
مارے ھنگی کے اپنی دارجی مٹھی میں بھر کر صوفی عفران گے گھاٹا۔
دیکھ رہے ہیں آپ، یہ بابی بھی شاعر بن گیا۔ حالانکہ
جب ہماری شادی ہوتی تھی تو یہ ناک چاٹا بھرنا تھا۔
آخر کاربات، رفع دفع ہوئی۔ دریٹانی شروع ہو گیا۔
اس میں چوتھا اور شاعروں کے علاوہ مختصر شرح صاحب جمی ترجم
رنیز ہوتیں۔ انھوں نے پہلے درپیڈ و غربیں حفاظت کیں اور

کھڑا کر رہیں گے۔ ایک دفعہ تو جب ترموماحب بے کمی شعر پر لوگوں
نے صہ کر رہا تو جو ترکانہ رکھا تھا تو بھی موس پہاڑ بالتم صاحب
کی گردن کامنکا بھی ڈھلک گیا ہے اور ناک کے باٹے میں بھی بھر
بھی آچلی ہے۔

اسی دن سے میں شاعروں کے بعد یہ دھماں لگنے لگا ہوں
کہ ملے اللہ اگر بھی مشارعوں میں بھینا ہے تو میری باری ہمیشہ
کسی ایسے شاعر کے بعد لگا تھا تو جو ایسے پڑھ کر رخصت ہو
یا حاضرین اس کے اشعار پر کم سے کم تالیاں ضرور پڑھ دیں۔
لگر ہائے روشن صاحب کو تو اتنی دادملی کہ میری مھر کی
تسعدھ صلیا طریقہ سدل کی دھڑکنیں ہو پڑی کی جھٹت سے مگر
رہی تھیں۔ خون خفتک ہونے کی اوزار اتنی صاف اُر بھی تھی میں
کھڑھائی میں بھی جل رہا ہو۔ باسے رہمن صاحب فائمع ہوتے
اور اسے آٹو میٹک طور پر اٹھ کھڑا ہوا۔

لیکن یہ کیا۔ وہاں تو اعلان کیا گیا کہ مشارعے کا
دوسرے اول تھم ہوا۔ اب خاص خاص شرارہ دریٹانی میں آپ کو
محظوظ فراہیں گے۔ پسکریں دھڑکا میں سے گرا۔ عمر فتحہ والے
بزرگ اورے اورے ”کہتے رہ گئے۔“ گروں کے پونے و رخت
کی طرح ان کے شانے پر جھوول گیا۔ مانگیں میر حیرت مل کی ہٹوڑی
سے اس طرح لگرا کی تھیں کہ ان کے سر کی پشت ان کی ریڑھ کی
ٹھی سے جالگئی تھی تو اب بھی جب سلطے ہیں تو دانت کچکچا کے
کہتے ہیں کہ انہاں اللہ ہبڑا مرمت میری گردن میں بوج آئی ہے
تمہارے طاغوں کی گلٹی تکلی گی جیسٹ ہمیں کے۔

”خداء کے قبرے سڑ درستی میر صاحب“ میں جواب بتانا
ہوں ”یہاں تو ہارٹ فیل ہوتے ہوئے بجا آپ اپنی گردن
لئے پھرتے ہیں۔“

عمر فتحہ والے بزرگ بھی کچھ کم خدا نہیں ہوتے تھے۔
ٹھری بے رحمی سے بھجھے دوسرا طرف اچھا لئے ہوئے فرمایا تھا
”خدا تھیں غارت کرے گیا جنکی کرائے ہو۔“

قرب وجہ اردو لئے گردن ایکھارا بھار کر پوچھ رہے
تھے ”کیا ہوا۔ کیا ہوا؟“
اس کے جواب میں کرخت سی اوزار اُبھری جو ایڈیٹر

ثبوت ہے۔ کچھ اصلیب اور ترکیبیں قوانین کے اشعار میں اسی جھی
تحییں جنھوں نے مجھے اپنے اس نظرتیے میں ترمیم پر مجبور کر دیا کہ
کوئی نہیں تاصل عقل ہوتی ہیں۔ فوٹ سمجھے کہ اپنے نہیں تاصل سے
اس میں یہ ترمیم طے کر جیکا پیوں کر فقط شادی شدہ عورتیں تاصل عقل
ہوتی ہیں۔ کواری لڑکیاں ہرگز ہرگز تاصل عقل نہیں ہوتیں۔
شاید یہی تکہ علم ایکٹریسوں کے ہاتھ آگیا ہوگا۔ اسی سلسلے ان میں سے
اکثر بُرھا پے تک شادی کرنا پسند نہیں کرتیں۔

آواز بھی شیشم صاحبجگہ بڑی سریلی اور لوچدار تھی۔ اگر
فلی گاؤں کی بے تحاشتا بہتانت نے ہم مردوں کے اعصاب کو ایک
سے ایک رفع آواز اور صرائم آواز جھیل جانے کا عادی نہ بنتا دیا
ہوتا تو یہیں قسم ٹھاکر کوہ سکتا ہوں لہیں شاعر کی سامنہ آواز آواز
یہ کمی مکروہ داغ کے شر قین تو اگر یاں چھاڑ لیتے اور روپا ضعیف قلب
وائلے جان ہی سے اٹھ دھو بیٹھتے۔ اسے آب چھالنے بھیں گے۔

بھتھر بھتھی۔ مگر میں ایک مثال کے ذریعے آپ نے ٹھس دماغ کو سیل
ہوئے کی کوشش ہڑو رکروں گا۔ فرض کیجئے آپ کو جامِ لذت ہانتے
کی سعادت کبھی نصیب نہ ہوئی ہوا اور اچانک آپ کے ہلن میں مکاچ
یا وھی کا ایک ڈوز آثار دیا جائے تو کیا آپ پر چورہ طبق روش نہیں
ہو جائیں گے۔ ضرور ہو جائیں گے۔ مگر یہی ایک ڈوز کسی بلا خوش
کے بعد سے میں پتھار بیجے تو انشاء اللہ اس پر ایک بھی طبق روش
نہیں ہو گا۔ میں اسی تبتیل کی رہشخی میں عاجزگی قسم کی مجھے کی کوشش

کیجئے۔ ہم لوگ میرا، گرامون اور بیڈلو کے صدقے میں گزر جائز
کی حد تک پورے بلا خوش ہو چکے ہیں۔ ہمارے ہماروں ملکوں کا
بیدلیو اندھرے اجلانے نورانی گلے دالی گلر کاروں کی لمحہ نہ ازاں
سیدر و حانیت کشید کئے بغیر نہیں رہتا۔ ہموئی، سچ کوئی ہج، ارادہ
نہ سہی مجبور آہی ہی دکانوں ہو گلوں اور شادی بیاہی کی غدر نہیں
سے سچ کر نکل سکتا ہو۔ تو ظاہر ہے دیوبن رکے مولوی اور نجم مولوی
سامعین بھی اسی دنیا کے رنگ و نغمے کے باسی ہیں وہ اسی لئے شتم
صاحبہ دل کش آواز پر بچھاڑ نہیں کھلا سکے ورنہ اس میں کوئی شک
نہیں ہے کہ ان کی آواز لقول غالب مردانگ "تھی۔ بقول انہیں

"دیکر راگ" تھی۔ بقول صوفی بدر الدین ایک ایسا کارگر کو سیلہ
تھی جو چھٹپوں کا سلوک منتوں میں سطھ کر سکتا ہے۔

اسی دادی کے ہمیں ناکامی کی بوجہ احسن تلقانی ہو گئی۔ میں ان کے
اشعار تو نہ مناسکوں گا، میں نہ صدے اور جسڑے کے غیر معنوی
داؤ سے اس وقت میرا حافظہ فیروز ہو گیا تھا اور بھوڑی کی نعمتی
کھی لگنے سے انٹے سے بہتر نہیں رہ گئی تھی۔ صدے کی وجہ
ظاہر ہے۔ ایک تو اتنے زبردست مذاہعے میں اپنے جو ہر
نہ دکھایا نے کام۔ دوسرا میں تو ہم کا احساس کہ مدد عوام
ہوئے بھی نام غائب ہو گیا۔ میسرے متنے تر گواری کی روشن
یہ تھے احمد مہ تو اسکی مکروہ اعصاب وائلے کو قبر کی تہہ تک بھی
بچھا سکتا تھا میرا صرف حافظہ تک بات رہی تو اسکی وجہ
تفقیہ بھتھی کہ میں ڈالڈا کو میرا ٹل کی جگہ استعمال کرتا ہوں۔
ڈالڈا کا خاص فائدہ یہ ہے کہ اندر کام سارا بڑھا پا بالوں میں بھی
آنماہے اور اندر جوانی ہی جوانی کی ریل بیل ہو جاتی ہے۔

حیرت کی وجہ بھی زیادہ باریک نہیں۔

شیشم صاحبجگہ اشعار پرستے محمد تھے بعض شعر تو
لتنے پختہ تھے کہ اگر بیکانے کا کوئی مخصوصی طریقہ استعمال نہ کیا
جاتے تو بھتھی کی اس حد تک پہنچنے کے لئے تم ازکم دس سال
در کار ہوں گے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اس ہونہ سار
شاعر نے دس بارہ سال ہی کی عمر پیش میں سخن شتر عن کو دری تھی
زندہ باد۔ ایسے یہاں کی لڑکیاں تو اس عمر میں گڑیاں بھی ہیں
یا ہند کلیا پکاتی ہیں۔

مخصوصی طریقہ کی بات الگ ہے۔ مرغی کو کیجئے اندھا
رکھتے پندرہ میں دن سے پہلے سچے نہیں نکلے گا۔ گرشنیں کے
ذریعے چٹکی بجائے آپ چوندوں کی ٹھیک صال کر سکتے ہیں۔
چونے کس شام میں ہیں اب تو ماسنی کی عنایت سے آدمی
کے پیچے بھی چٹکی جلتے پیدا کئے جاوے ہیں۔ اپنے پندرہ ساتا
میں اس کا تجربہ کیا جا چکا ہے اور روش نکل خواتین خوش ہیں کہ
اب انھیں فودس ہیں کی خیر شاعر از مقص محس سے بخات
مل جائے گی۔

المحل سائنس کے اس دور میں سب کچھ ممکن ہے تو یہ
بھی یقیناً ممکن ہے کہ زمینی صلاحیتوں کو غیر معنوی رفتگی فرزت
دیا جاسکے۔ چنانچہ محترم شیشم صاحبجگہ کمال شعر کوئی اسکا زندہ

کم نہیں ہو گی اس کے باوجود ان کا زیادہ وقت ریڈیو پر منتشری
گھانے شفتنے میں کلٹا ہے اور رات کا استدائی حصہ عموماً سینما ہوں
میں گذارتے ہیں۔ عمر کی طرف توجہ دلائیتے تو ہماری کہتی ہیں کہ
ارے بھائی۔

حسے غرضِ لشاطر ہے کس روایا ہ کو
اک گورنمنٹی مجھے دن راست چاہئے
خواجستحی الزماں صاحب کا فقط نظر قدرے مختلف ہے
ان کی عربی سترے اور پرہیز ہے۔ ڈاکٹر اقبال کے بڑے شیدائی
ہیں۔ ریڈیو، گراموفون، فلم وغیرہ سے بھی عشق ہے کبھی بھی بھی
جائتے ہیں۔ ایک بار کسی ناصح مشق نے عرض کیا اور حضرت والا
اس عمر میں یہ گرمگرمی اپنے زندہ دلی یہ ہماری بھروسی خلصیانہ
لہجے میں پہنچ لے۔

حصتنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ
تم غمزہ پاشی کا مہل پیر کہ حاجز تو بیکمشورہ پیش کر کے
اپنے قومی و ملی فریضے سے بدل دش ہوا۔
مانس تماں آپ کو یہ اختیار ہے
ہم نیک و بدھنور کو سمجھائے جائیں گے

مشاعرہ آزاد ان خیر سے تقریباً دس منٹ قبل ختم ہوا ہو گا۔
میں نہ تکیے پرسروکھا ہی تھا کہ مدرسہ دارالعلوم کے لاڈا پیکر
پر آزاد شروع ہوئی۔ عام حالات میں یہ آزاد بھے ٹری پاری
للتی ہے۔ جیسے روح پر سوز و سی کی سیم پرستی جلے گراج۔
خدا میری مخفف کرے۔ یہ خود کے کی طرح داش پرسی
تھی۔ پلکیں ایک دوسرے سے جیکی جاری ہیں بھیجاں گئیں
سائیں کر رہا تھا ملائیں فریلنے لیں۔

”کیا آپ نماز پڑھتے بغیر سوئیں گے؟“

مجھے تھوس ہوا ہے اور اسی پارے آزاد افغان کے آرہی ہو۔ جواب
کیا دیتا کہ وہ یہ کاریک ایک دو خڑتے انجام رہے تسلیم یہ تھی کہ جنت
میں ابھی تقریباً ایک گھنٹہ تھا۔ اتنا انتظار کیے کیا جانا۔ وہ پھر
بولیں:-

خردا ازکیسی بھی اچھی پڑ گردہ تقدیر کا عطا ہے حست
آزاد کے کمال کا اس میں کچھ دخل نہیں نہیں یہ باشتم صاحب کے
کملات میں شمار ہو سکتی ہے کہ اللہ نے ایکس ایسا سرا یا عطا
کیا ہے جو کم تر سے تو بڑا دل کش لنظر آتا ہے۔ لیکن یہ بات
یقیناً ان کے کملات میں داخل ہے کہ ان کا پڑھنے کا طرز زبردا
تربیت یافتہ تھا۔ تاں، مرمر کی سبک نوک پلک درست۔
زیر و بم میں طوبی ریاض کی جملکیاں۔ میں ترجیح جانتے ان کے
اندر ایک لٹا، ایک آٹا چھوٹے کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ بلبلان
فلستان میں کے پیٹ سے اتنا چھاگا ہی ہوئیں نہیں بلکہ تھیں۔
ان کے پاس گلا تھا۔ استادوں کے فیضِ صحت اور مسلسل ریاض نے
انہیں چکایا۔ اجھار اور کٹھانی بنادیا۔ حاجر کا مشورہ تو محترم ششم
صاحب کے لئے بھی یہی ہے کہ مشاعروں و شاعروں میں کیا دھرا ہے
فقط رسمی دادا اور سود و سور دیے۔ وہ بھی سفر کی تختیاں جیل کر
اور رات کالی کرنے کے بعد موقع الگرل جائے تو پہلے بیک سنگ بننے
کی جو وجہ کرنی چاہئے۔ بلکہ ان کے لئے توجیہ بھی مکن، کرادا کا و
اور گلکو کا ردوں بن جائیں۔ اس سے بھی بڑھ کر تھری پونزشن
حصال کی جا سکتی ہے۔ ادا کارہ۔ گلوکار اور نغمہ نگار۔ یہ
پونزشن اپ تک کی تاریخ فلم میں بیکتا ہو گی۔ آرٹ کی دنیا میں
تہلکی مجھ جاتے گا۔ لقول شخصی:-

خود کو زہر خود کو مل کو زہر

پیشورہ طرز نہیں تھیں۔ انتہائی دوستاذ اور مخلصاً
شوہر ہے۔ اب وہ زمانہ تو رہا نہیں جب آڑٹوں کو زندہ یا
چینیاں میوائیں اور نہ جانے کیسے ہر سے بُرے نام دیتے جاتے
تھے اب تو خیر سے وہ آڑٹ ہیں، فکاریں، اسٹاریں۔
درزیر اور گورنر ان کے پہلو ہر ہلؤ خیر سے فروٹ ٹھپیو تھے ہیں۔ اخیر
اعزاد و اقام سے نوازا جاتا ہے۔ وہ ہمارے اخلاقی فلسفہ پر خیر
ہیں، ہماری روحانی منطق کا شعور ہیں۔ ہمارے تقاضا تک کچھ کا
مکھن ہیں۔ ہمارے سماج کا نفس ناطق ہیں۔ وہ کر وڑوں جو والوں
کے دل کی دھڑکن ہیں۔ ادھیر اور یورٹھے بھی ان سے بقدر
ظرف دریں جاتے یعنی ہیں۔
میرے دیرینہ کرم فراسہ نہایج کی ہماری وقت سترے

”دہی جب وہ سہار پور کے مشاعرے سے رات بھر
جاگ کر لوئے تھے۔“

”جسکے تواہ نہیں۔ آپ ہی دہراستے کیا ہوا تھا؟“
میں اگر اپنے ہوش میں ہوتا تو ان کے ہرے پر عالم
عارفانہ کی تحریر فریڑھڈتا۔ مگر اس وقت قوہ بمعروف
جاہلائی کے باہم چلاتے ہوئے تھے۔ اُنکے بولا:-

”پھر من لینا۔ خدا کے لئے سونے دو۔“

”اب بات اٹھاتی ہے تو پوری ہی کبر کے سوئے۔
کیا کیا تھا وہی کے خالوئے۔“

”جسکے قتل کیا تھا۔ باسا سو جاؤ۔ وہ دیکھو نہیں دیکھی
پریاں لھاریں گا رہی ہیں۔۔۔ سو جا راج دلارے سو جا۔
سو جا۔۔۔ مل۔۔۔ پ۔۔۔ پیارے۔۔۔ س۔۔۔ سو جا۔
۔۔۔ اخ۔۔۔ خ۔۔۔“

میں اسپنگ کی رفتار سے آسمافون میں اڑ گیا۔ مگر دیوب
کی ہیں ڈائی سیکم نہیں ہوتی۔ نیتیہ نہیں تھے جسکے تھوڑے الاء۔
”سوئے ہوت۔۔۔ اُنھی جانیے۔۔۔ طہری میں
چار کوئت پڑھ لیجئے۔۔۔ اُنھی۔۔۔“

”ذبح کر دو۔۔۔ تھجے۔۔۔ کباب بنائے کھا جاؤ۔۔۔“
۔۔۔ خدا کے لئے سونے دو۔۔۔“

”خدا کے لئے تو اس وقت جا گناہ ہو سکتا ہے۔ میا
تیشیطان کے لئے ہے۔۔۔ اُنھی جانیے۔“
میں ہاجر آگر اٹھ میٹھا۔ زمین دا سماں گھوستے ہوئے
نظر آ رہے تھے۔ گردن پر سر کی جائے چان رکھی ہرئی تھی
کہاں کی نماز۔ کس کا خدا۔ سوچنے تکھنے کی قویں سن پڑی
تھیں۔ تکھنے سے کر لگا کر میں نے چون رہی آنکھوں سے ڈائی
کی طرف دیکھا۔

”تم بھی تو آخرات بھر جائی ہو۔ سو جاؤ نا۔ ایک
وقت کی نماز نہ ہی۔ اُنھی کے بعد سوکے میں بھروسے ہو کر توہ
کر لیں گے۔ خدا بڑا غضیر رحیم ہے۔“ میں لمبی آواز میں
غفران آ چلا گیا۔

”یہ تکسے کہا جا سکتا ہے کہ اب سونے کے بعد ہمیں ٹھنا

”خدا نے تو میں کھڑے کھڑے بھی سے سکتی ہوں۔ نہ از
پڑھ کر اطمینان سے سوچا جائے گا۔“

”توہ“ میں جھنگا کر بڑھایا ”تم بھتی کیوں نہیں نیخت۔“
مرادل تو ہے صدم آشنا بھجے کیا ملیگا نماز میں۔“

”آپ کچھ بھی کہیں میں سونے نہیں دوں گی۔“
”لایں۔۔۔ کیا تم بھی اپنے آپ کو اپنے تھجی تکھنے لگی ہوئے۔“

”سینے موذن کیا کہہ رہا ہے۔۔۔ المظلوم حبیبِ عن التیم“
”جی نہیں۔۔۔ تم اپنے کاؤں کامیں شکاری مشاعرے میں
سارا بڑا سوچھل گیا تھا اس لئے آج موذن نے بھی ترتیب

بدل دی ہے۔۔۔ المظلوم حبیبِ عن المظلوم۔“
”اللہ توہ۔۔۔ آپ تو بعض دفعہ کفر کی حدود میں پہنچ
جلستے ہیں۔“

”تو کیا تم بھتی ہو رات بھر مشاعرے میں کو اسلام
چھیسے گا۔۔۔ سو جاؤ نیک بخت تم بھی چادر تان کر سو جاؤ۔
وہ سوچھر آواز آئی المظلوم خبیر من المصلوحة۔“

”لے ہے زبان کو لگام دیجئے۔“
”انتدی کی جندی یہ میں نہیں پول رہا ہوں نہیں۔ کے دیوان
پول رہے ہیں۔۔۔ یاد نہیں تھیا رے خالوے سے بھی ایک دفعہ
ایسی ہی حرکت سرزد ہوئی تھی۔“

”کون خالو؟“

”اسے وہی نشی مردارید علی۔۔۔“
”خاک پڑے دہ بیرے فالوکیوں ہوتے۔“

”پھر کیا میرے خالو ہیں۔۔۔ مجھے تاؤ آ لیا۔
”تیکیا ضروری ہے جو میرا خالو نہ ہو وہ آپ ہی کلخالو
ہو۔۔۔ اخنوں نے کسی فاضل استاد کے انداز میں کہا۔“

”پھر وہ کس کے خالو ہیں۔۔۔ مجھے ابھی طرح یاد ہے وہ کسی کے
خالو ضرور ہیں۔“

”ہیں وہیں کے خالو ہیں۔“
”ٹھیک ہے۔۔۔ نیتاوار و سیمہ میں کوئی خاص منصب نہیں
تو پھر ان کا داعر تو ٹھیک یاد ہی ہوگا۔“

”کونسا واقعہ؟“

روئنے کی آزادیں آئیں۔ انہوں نے بیوی سے کہا کہ ذرا مصلح کر کے آؤ کیا، افت آگئی ہے۔ منشاں نے جاکر سراغ لگایا تو معلوم ہوا کہ ہمسائیں کے پڑے برخوردار۔ غرددس سال۔ نے ایک بینا بڑے شوق سے پان رکھی تھی۔ وہ اُنی روز سے بمار رکھی۔ کبھی واکٹری کے ماحکے تھے۔ پہنچیں کے دشمن انجکشن بھی لگ چکے تھے۔ مگر ابھی کچھ دیر پہلے مہدار خان سے عالم بادا دی کی روخت ہو گئی۔ برخوردار اسی کے بغیر مقابلاً سے بے صین ہو کر حرم منار ہے ہیں۔ منشاں ہر اس منصب نہیں کوٹھیں اور ڈپٹری ہیں داخل ہوتے ہیں۔ طریقہ اُنیں۔

”خاک پر جائے۔ پس پنچلوں پر۔ ہوتا کیا بڑے لڑکے کی سینا مرگی ہے دی ڈھینکر کے مارہلاتے ہے۔“
انہوں نے یہ جواب میشی صاحب کے ہاتھ مادر کیا تھا۔
مشی صاحب اب میراںی اور خوب کنسلم پر پہنچ چکے تھے۔
ان کی ساعت نے منشاں کے الفاظ کچھ داش طرح داش نہ
بہنجا کے۔

”خاک پر چڑھی رہا۔ چنچلوں پر۔ ہوتا کیا ہےنا کا
بڑا لڑکا مر گئے ہی ڈھینکر کے مارہلاتے ہے۔“
لیکن اس وقت داش اور اس کے درمیان نہیں
کی دیوار کھڑی تھی اس فتنے کوئی تاثر ظاہر کئے بغیر خوب
خڑگیں مگم ہو گئے۔ نکھر کے وقت تک ظاہر سے سوتے
پھر آنکھ کھلی تو منشاں ہرگز نہیں تھیں۔ سوچنے لگے کہاں
چلی گئی۔ دھنٹا یاد آیا کہ کسی نے آپا ہینا کے لڑکے کی رحلت
کا حال سنا یا تھا۔ آپا ہینا ان کی خالہ زاد بہن تھیں۔ ان کا
بڑا لڑکا کچھ دون سے بمار بھی تھا۔ داش پر نہ دلانتہت
یاد آیا کہ اس کی اطلاع تو خود منشاں نے دی تھی۔ منشاں
اور آپا ہینا کے تعلقات خوشکوہ نہیں تھے۔ شاید اتنے
منشاں نے ان کے گریہ و مکاں کو ڈھینکر کے سے افسوس کیا تھا۔
پھر بھی دسماؤ وہ بھی پر سے کوئی ہی ہرگز کی۔ یقین اُنکے کہ
منشاں آپا ہینا کے گئی ہے وہ بازار پرچی دُبیاں چاکے
نوش جانی کیں پھر آپا ہینا کی طرف پہنچ گئے۔ مگر لوٹے تھے۔
بالکل یاد نہیں رہا تھا کہ منشاں کی دی ہوئی اخبار کی شان

بھی ضرور ہی نسبت ہو گا۔ کیا چھوٹے گئے میراںی نادر علی کا دلتھ۔ اچھے خاصے سوے تھے پھر بھی نہیں اُنھے۔“

”یا امیر تم کسی عورت ہو۔“ شریف ہیو یاں تو اپنے شوہر کے بارے میں ایسی بد نالی دوسرے نکی نہیں۔ تھم خود اپنے مخفہ سے یہ کہہ رہی ہو۔“

”میں اس معاملہ میں بالکل شریف نہیں ہوں۔ میں اور آپ کسی بھی وقت مرسکتے ہیں۔“ چلنے چھوڑنے پر یہ دیکھنے کے خالی کا کیا تھا؟“

”قصہ اور خالو سب چھتیں ہیں۔ تم تم کا ذلاطفاً نہیں دو فرض پڑھ کر ضرور سوچوں گا۔ میں صدمی سوچوں گا۔“
کھوڑے پکڑ کر سوچوں گا۔“

”ہاں ہاں بالکل سوچیے گا۔“ مگر دیکھنے کی قدر
ہے۔ ٹھنڈے ٹھنڈے ہاتھی سے دھونکیجے تو پہیعت بڑی
ذرت حسوس کرے گی۔“

”خوسکہاں سے کرے گی۔ قوت خاسہ پھر ہیں تینیں
بیوگئی ہے۔ چلو یا تم پانی ہی لاؤ۔“

وہ نہ سے نہ طا بھر لیں۔ میں نے جو توں دھوکی
ہیں شک نہیں ٹھنڈے یاٹی کے چھاپوں نے نہیں کی پر یوں
کامنخ پھیر دیا کہ تی ہوئی آنکھوں کو فرشی فرحت حسوس نہیں
”ہاں تو وہ آئئے بتایا نہیں دیکھ کے خالی کا۔“
”اوے دیکھ کا خالی میری چڑھے ہے کیا۔ جاؤ تم
بھی دھوکر۔“

”بات تو آپ ہی نے اٹھائی تھی۔ اب مجھے کریں گی
رستگی۔“

”تم تو سر ہو کر رہ گئیں۔ پہلے بھی تو ایک بار تھی
شناچکا ہوں یہ قصہ۔“

”باد نہیں آ رہا۔ ایک بار پھر منادیجے۔“
”معاذ الدلـ۔ قصہ ہی کو نہ لامبا چڑھا ہے۔ نشی مولید
سہار پنور سے مشاعرہ سنگ صحیح پائی دالی سے گھر لوٹے تھے۔
سوئے لیٹے تو ابر کے گھر سے کسی پیچے کے دھائیں ٹھائیں

تئے مولیٰ کیا لگئی۔ راستے میں یکس دل غریر دون سے ملاقات ہوئی تو
امکنیں بھی آگاہ کرنے پڑے گئے۔

تجھی کھلا کر شیخ بھائی اجھا خاصہ افساد برپا ہو گیا۔
خطبہ می خود کو دیر بعد کوئی نہ کوئی مفہوم لکھتا آپ اپنے کے عمر

بھی رہا ہے اور آزاد میں بھیرتا پیدا کر کے تعزیت کے اسلام کے
لئے رہے ہے۔ آپ اپنے اجھا رہنا تھیں جو مجھ رہی ہیں۔

باۓ ہائے بھائی گر جائے اس لشکانشیاں پر میریں کے
لگے سلے کیسی ترقی پھی نہیں آڑاتی ہیں۔ پھر وہ پنچ سیاں
سے کھتی ہیں۔ اسے تم کیا پڑھ دیکھ رہے ہو۔ جاؤ نا اس حرث
کی ناک چوڑی کاٹ کے لاؤ۔ اور تھوڑا خور دیکھا دیجے نجا

رہا ہے جالاٹھی پیکے دروازے پر پڑھ جا اب کوئی مراہیشا مخفہ
بسو رتا آئے تو صدر کے دو کردینا۔

ملائیں ٹرست نور سے قمہ بار کرہیں گے اسیں بھار
نہیں تھا۔ مجھے ہنسی نہیں اوریں اسی مگر تو انھوں نہ ہنسا۔ پھر جامناد
کی طرف بڑھا۔

”دیکھیے منتوں کی بدبت یا ندھیہ گا۔ اب تو اتنی نیزد
نہیں اڑ رہی ہے۔“

”خوب۔ اب تم جھنچیت یا ندھنابھی سکھا گی۔“
”نہیں۔ آپ کہہ رہے تھے ناؤ فرض پڑھ کرور چونکا۔“
”اسغفار اللہ۔“ من شایدیہ کھجتی ہو کہ بھری عبارت کو اب
بھی کھم کو پہنچے گا۔ تھماری بلاسمیں فرض پڑھوں یا اُنتیں
— دلچسپی واء۔“

تھامیں نے منتوں ہو کی نیت باذھی۔ اب نیزد کا خدار
اتمازیادہ نہیں تھا لکھر کی سخنوں کی اہمیت یاد نہ آتی۔ باہت
ہی کیا تھی تین مذکوٰت میں دو نعمتیں۔ اسٹارٹ لیا اور ہم قم۔
سلام پھر کریں فرضوں کے لئے بھڑاہی ہو رہا تھا کہ پانک
ملائیں کی سکلی کافیوں ہیں پڑی۔ وہ دروازے کے قریب اپنی
پنڈلی پکڑے بھکی بھڑی تھیں۔

”کیا ہوا؟“ میں نے بھرا کے بوجھا۔
”لکم پیر پڑھا یہ لیا۔ میڈلی میں سخت چکا ایں ہے۔
وہ کہ ناگ آزاد میں ہوئی۔“ ”ذرا سہارا دیکھنے نا ادھر آکے۔“

میری شوہرانہ امتا پھر کی اٹھی۔ جھپٹ کے ان شکر
بچپنا۔ مگر وہ دھنٹا سیدھی بھڑی ہو گئیں۔ ایک ہاتھ سے سڑ رہا
یکٹا اور اپنے دوسرے ہاتھ کی کلاڑی میری، ایکھیں کے سامنے بھڑی
سیں پر ان کی تھی تھی بھڑا ہی صبح صادق کے آجائے میں صاف پائی
بکار ہو گئی۔

”دیکھیے جماعت میں صرف پائی منٹ ہاتھ رہتے ہیں۔“
وہ بولیں ”مسجد پیچتے آپ کو نماز تیار سٹھی۔“

”اوہ تو یہ تھا پسٹل کا چکا۔“ میں کھسپا گیا۔ اب
میں دعوے سے کہوں جا کر سورتیں ناقص العقل ہی ہیں فاطر العقول
بھی ہوتی ہیں۔ بڑی آئیں چار سویں....“

”دیکھتے نا۔ چھائے بتایا تھا کہ جب پاس کی مسجد میں جاتا
تھا رہو تو غیر عذر کے بھریں مڑوں کی نماز نہیں ہوتی۔ جہاں اتنا
وقت گزد ہے پائیج منٹ از سی۔“

”تمہارے بھتائی کے مسئلے بھی کوہاڑک۔“ میں یار لوی
منقار الدین کے سالک پر عمل کرتا ہوں۔ جاؤ دیکھ آؤ اگر وہ سو
نار ہے ہیں تو میری دار حصی مونڈے دینا۔“

”وہ گاؤں درگاؤں وعظ کر کے ہی اتنا ثواب کمل لیتے ہیں
کوئی نہیں مزید تو اب کی اتنی احتیاج نہیں۔ آپ تو صحیح سے شام
لکھ رہے ہیں گا۔“

”اچھا۔“ میں نے آکھیں نکالیں۔ ”تم مجھ سے کہہ رہی ہو۔
— مجھ سے اپنے می ازی خدا سے۔ ہاںکہ پڑھاوی۔ زبان میں
چھلے پڑ جائیں گے۔ شیم شیم۔“

”میں اب جائیں گے دو منٹ رہ رکھتے۔“

”نہیں جاؤں گا۔“ پہلے تم اپنے الفاظ دا پس لو۔“

”لے لیتے۔“ اللہ قسم مشرے اچھے ہیں آپ۔ دیکھنے

جماعت کے بعد غیر عالمانگے ذیجاگ آئیے گا۔“

”گلا ٹھوٹ دو میرا۔ آخر ورز و زند پائیج وقت کیا دھار
لائیں گو۔“

”مانگیے کا کہ لے اندھرمیاں بیوی کا خاتمہ ایمان پکھیو

اور ہمیں جنت میں ملائیو۔“

”بہت بہ جنت۔“ تم شاید اسی کے لگنا جانا دیکھنے

گئی تھیں ... ”

”دیکھا کتب تھا۔ چلروں بھوپالی لیتی تودہ کوئی کفر نہیں تھا۔
— نماز کے بغیر تو مسلمان مسلمان ہی نہیں۔
”ایسی تم غاریجی کبستے ہو گئیں۔ کیا کبھی سبق تھا اسے جیتا
نے پڑھا یا ہے۔“

”دیکھوں پڑھا ستے۔ میں نے تو خود مولانا اشرف علیؒ کی
اکتب کتاب میں پڑھا ہے زکار فراہ مسلمان میں ایمان کا سب سے
بڑھ کر زریعہ نام ہے۔“

”اہنگ مگرڈا کٹرا قیال بھی کچھ معمونی آدمی نہیں تھا انہوں نے
کہا ہے۔“

تجھے شرع سے کوئی خدا نہیں پر اس اتفاق کو کیا کروں
وہی وقت بادہ کشی کا ہے وہی وقت ہیں نماز کا
جب بادہ کشی ترک نماز کا فائز مقول بن سکتی ہے تو یہند
کھوں نہیں بن سکتی۔“

”اب چاہیے۔ میں چاہتے ہنا کے رکھتی ہوں۔ کوٹ کر
آئیے پھر بخش کریں گے۔“
اور میں اس فاطر العقل بیوی کی ملائیت پر عشق کرامہ مسجد
کی طرف روانہ ہو یا۔ (ملائندہ صحبت باقی)

ورگٹ ایک یحید رجیپ اور ہریت ایگر اپ بیتی۔ جس سے
روس کے بھری محنت کے ظالمانہ نظام کا بھیانک
متطرما نہ آہے۔ ڈیکھ رہی سی۔

سرخ چین سے فرار یہ بھی ایک اپ بیتی ہے۔ میں
نے اس شخص کے لئے ذہنی دنکری رہنمائی پیش کرنے
ہیں جس نے فہم و بصیرت پر خدا، تعصباً اور جسل و
استکبار کے پردے نہیں لا کا لئے ہیں

ازادی کی طرف ایک بڑے روی افسر کی خود دشیت جوان
لیکن عربناک کتاب روس کے حقیقی حالات متعارف کرتی ہے۔
اسے پڑھنے کے بعد آپ بیوی نرم کے حسین خروں اور صنعتی دعووں سے
بکھری دھوکا اپنی کھاؤں گے۔ مجلد تین روپے۔

مکتبہ بھلی دیوبند (بیوی۔ بی)

بِسَلَّمٍ خَلَّهُ فَتِّ مَعَاوِيَةَ وَنَزِيدَ
اندھی جذبیت اور بہت وھر می کی بات الگ
ے ورنہ جس نے بھی ”خلافت مع ویہ و نزید“ کو
ٹھنڈے دل سے پڑھا ہے اسے مانتا پڑا کہ تجوہ احمد
عباسی نے تحقیق و تدقیق اور بحث و استدلال میں
میں سمجھدی گی کہ امن ہاتھے نہیں چھوڑا ہے۔
ان کی یہ نئی کتاب ”تحقیق نزید“ بھی اسی
پائے کی ہے۔ اس کا مواد تاریخی حقائق سے بھر لپور
ہے اور اس میں شیش کی ہوئی بعض اٹل تاریخی صحایاں
ہر اس شخص کے لئے ذہنی دنکری رہنمائی پیش کرنے
ہیں جس نے فہم و بصیرت پر خدا، تعصباً اور جسل و
استکبار کے پردے نہیں لا کا لئے ہیں
قيمت آٹھ روپے۔

خلافت مع ویہ و نزید بھی آپ چھوپے ہیں تم سے طلب کر سکتے ہیں۔
مکتبہ بھلی دیوبند (بیوی۔ بی)



کیا امام مسلمان ہیں؟

دیکھ کر ان کو اپنی کسی ذاتی بر بادی کا خوفت ہی نہ رہا تھا خاندان شعلفات، کاروباری مفادات، اور جان غزیز ہر شے وہاں اسلام کے دفاع پر بچا دیکھ کر کے دیتے تھے۔ ان کے آتش روپ اشعار سر پھر سے شیلی کی پھر بروقت کے سر پر صور اسرافین کی سی گیرج پیدا کر رہے تھے۔ سورج ان کو تمام دن حق برستی کی دُھن میں روٹتا ہوا یا اور چاند ستارے ان کو اسلام کی تطہی میں سجدہ گاہ پر یعنی بسل حالت میں پھر پھر طے آئہوا دیکھتے۔ اسلام کے درستے معمور دل بھی خدا کے سامنے خون کے آنسو روتا تھا تو کبھی انسان کے سامنے ذوقِ شہادت ہن اور اعلان کرتے کلتے الحن کے لئے سے جھومتا ہوا مردیوں تواریخ کی بچا دیں وجد کرتا تھا۔

آخر اس لیکلے انسان کی انحصار جدوجہد پر ماحول پر غالب آئی۔ حق جب سچ جو مانند آتی ہے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ باطل پھر سکے۔ اور تعداد کے سیلاں کامنہ پھر دینے والے جا پڑتے وہ لوگ اگر اشعار میں یہ فاتحانہ پیغام خلیفۃ وقت کی خدمت میں روشن کیا کہ۔

”میں اپنے ہیں سے بیٹھا ہوں جب میرے پڑوں میں کوئی ایک گھر بھی ایسا نہیں رہا جہاں ہمارے بیچ کی شانِ صداقت میں کوئی گستاخی کر نیوالی زبان بوجوڑ ہے۔ الی ہر زبان قلم کردی گئی۔ الی ہر کوڑا اور سیہیش کے لئے خاموش کی جا چلی ہے۔“

بعاوت کا فتنہ فرو پوچھا تو خدا کے باخوبی کو مقتضی میں پا جو ان لایا گیا۔ یہاں بھی امراء القیم کی ششیر بے نیام

حضرموت کی سر زمین پر حضرت ابوبل صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ارتاد کا دردناک فتنہ سرا گھارہ تھا۔ روحاں غور کشی کی اس خونچکاں تحریک کا لیڈر اور قبیلہ کتدہ کا سربراہ امتحعت پھر پڑوں کی پوری قوت سے مجھ بھا تھا۔ ”عرب اپنے آبائی عقیدوں کی طرف لوٹ رہے تھے۔“ ایمان و فقین کے دھڑکنے میں دل و جگہ کا خون پوری طرح شامل نہ ہو سکا تھا۔ بیطان اور منافقین کی زبردستی جو دن دیوآ کل ہوتے جا رہے تھے۔ کسی خونناک بھی وہ تاریکی جو دن دیوآ کے بجائے آدمی۔ سکالی ددامغ پر جھاتی جا رہی تھی۔ کسی بیب ٹھی وہ دیرانی جس میں رو جوں کی بی بی جانی دنیا میں اُجڑ رہی تھیں لیکن ٹھیک، اسی خونناک تاریکی میں وہ ایماندار انسان جاندے ستاروں کی طرح طلوع پور رہے۔ بھتیجن کو خدا نے اسے آخری رسول کے دل فقین سے تراشنا تھا۔ خدا جو کہیں دکھائیں دیتا، ان انسانوں کے ایمان و عمل کا جیتنا جانتا۔ پسکر اسی خدا کا کامیاب دار تھا۔ خدا کی وفاکیش مخلوق احسان شکر اور احسان شناسی کے جذبہ بیتاب میں طصل گئی تھی۔ اپنے حس عظیم۔ اپنے نادیدہ خدا نے عقل کا سوز بیکرائیں لوگوں۔ کے روگ و ریش سے بھوٹاڑنا تھا۔ آخرت کی رہشی میں تمام دنیا کے ٹھوس تعلقات دھندر لارہے تھے، ماذب رہے تھے۔ لگ ہوتے جا رہے تھے۔

حضرت امراء القیم ایک ایسے ہی خدا شناس بیگ تھے جو اپنے قبیلہ کنہ کے ارتاد کا سر بچلنے کے لئے ہمہ تن جہاد سرا پا اضطراب بننے پوئے تھے۔ اسلام کو خطرہ میں

معدود روں کے ساتھ دنیہ میں چھپڑ دینے کے لئے اور خدا کے لئے پر جان ہوں لیکن اسے نباید حداز احادیث جا چکے تھے ان جایدوں میں حسیں کے لئے جگہ حضرت عذیفہ عجمی شاہ علی، لیکن عمر مسیح پڑھا اور آیا ان اور زیمان میں جا انکرد تو انا حسیں کی نسلیں کے لئے یہ بات کافی نہ تھی کہ انہوں نے حق و صداقت کی رقبائگاہ پر اپنے پیارے بیٹے کو بھینٹ چڑھ جائے کے لئے ہنسی خوشی بھیج دیا ہے۔ جب شہزادت کا بازار کرم ہوا ہو سر چھٹکی باری کا لئے والوں پر تحریک لائنا ہی خزانے لئے ہوتے دیکھ کر خدا کے بندے تبر و تلار کی زیمان دعیت کا ناظرا ہوتے کہ رہے ہوں تو بھل حسیں جسے انسان کو مد نہ کی سستی اور چھٹکے کو شریعہ عاقیبت میں طرح قرار آسکتا تھا۔

بہودیت کے نئے میں وجد کر رہی تھی۔ اس توارکلے امر القیس
اس کے ٹھیخوان کے خدا کا تھا۔ جوان کے خدا کا نہ پہا اس سے
امر القیس کا یہ تعلق ہے۔ ہر تعلق اس عظیم ترین واحد تعلق کے ذمیں
میں آتا ہے جس کا اگر خالق و خلق معتقد کیوں اور بن دے اور
خدا کا مقدس ترین تعلق ہے۔

میک اس وقت جب امراء بقیہ کی تواریخی جذبہ
بندگی میں خدا کے باغیوں پر "بزن" بول رہی تھی ان کی تواریخ
کے نیچے ان کے اپنے چھا کا سرا آگئا۔ ان کی آنکھوں پر روزناک
منفرد تیکھا۔ ان کے کاؤں نے اپنے مرتد چیکی یہ جانلدار تاریخی
—"میرے مخفیجے! کیا تھا حاری تواریخی چھا کو بھی کاٹ دے
گی؟"

کیسا ناک مقام تھا!۔ لکنا زہرہ گد از هوڑا!۔ امرا را لفڑا
کے با تھوں کی رگوں میں گردش کرتا ہوا جو خون تلوار کو حرکت سے
دے رہا تھا وہی خون پاہر گھٹا ہوا!۔ ان کے مجازی باپ!۔ ان
حقیقی چیز کا روپ دھار کر سامنے آ گھٹا ہوا تھا۔

تیکن وہ انسان جو اس وقت نہ کسی کا بینا اور بھیجا تھا
ذکری اس کا باپ اور جگا۔ جو حص خدا کا بندہ تھا فرط
بندگی سے مباریک کر آئے تھے میرا۔ جنم و جہاں، خون دا جہاں کی
اس روزہ ختم کرنے مکشی سر، این کی فاتحانہ آداز گوئی اٹھی۔

”ہاں بیٹھ ک آپ پیرے چکا ہیں۔ لیکن خداوند ذوالجلال
میرا رہیے۔ وہ میرا مالک ہے۔ دہی سب کھجھتے ہے۔“

رباں سے یہ نہ لے خیر اعلان ہتھ ہوا۔ دل کی جاگہ اور
دھر ملکوں نے اس کی تائی کی اور۔ ہم من ٹھنڈے کے ہاتھوں ہیں
چکنی ہوئی منگلی تواریخ مرید چالا کی گردان اڑاتے ہوتے ہر زیست
ہونداز کا سخن پولنا ثبوت پیش کیا۔ عبودیت کے سیکرنسی اپنے
ایمان کے ایک اشارے پر خون کی شر رگ کاٹ کر دھنادی
تھی۔ ثابت کر دیا تھا کہ اللہ پر ایمان کا جذبہ کامل رگوں ہیں
دوڑتے ہوئے خون سے بھی بڑی حقیقت ہے۔ جل جلالہ
وَعَمَرْ نُوَالَّهُ

ضھفت بیری سے کائینتے ہوئے حسیل بن جابر حماد سے

حضرت یوں میں لٹا پیدا ہجیت و نالوں چھرے خدا تھے بھرے آنسوؤں
سے تربہ ہو ہو جاتا تھا۔ وہ رہ کر کانپتے ہوتے باقاعدہ شہادت
کے لئے پھیل جاتے اور دھندر لائی ہوئی پڑھی آنکھیں آسمان کی
طرف اٹھتیں تو رومت روستے بچکی میں عجاںی۔ آخر کس نزد لکش
ہمیں وہ موت جو خدا کی راہ میں آئے کہ خدا کے بننے سے اس کے
عکس میں اس طرح ترتیب تھے جیسے دھمے طرح یا سے ہوں اور
خدا کی راہ میں موت ہی ان کی پیاس کا داحد علیح ہوئے۔
اس حال میں مدینہ میں پر خریدہ پہنچی کر جنگِ احمد کی بساط
اچانک اسلام کے خلاف اٹھ لئی تھی۔ اسلام کیجان ودل سے
زیادہ پیار اسلام موت اور زندگی کے درمیان ھکڑا اپر اخذ
کے بندوں کو پکار رہا ہے۔ رسول خدا کی شہادت کی جھوٹی
خبر نہ رہے سہی اوسان خطاکر دیتے۔ پڑے بڑے بہادروں
کے ہاتھ یا قوں پھول گئے اور دنیا تاریک ہو گئی اور پاؤں ھکڑ
کئے جن میں پہاڑوں کی صلاحیت نظر آئی تھی۔ یہ اتفاق یونکھ کر
مدینہ سے معذبوروں کا وہ قافلہ را اور میلہ میں سرکشیں تکلیف ھکڑا
پڑا جس کو جہاد کی نکلیتی سے مستثنی کیا گیا تھا۔ ان سرفراز شوراں اور
اور جاں نثاروں کی بیتاب بھیریں پڑھیں جیسیں بھی شامل تھے
سید ان جنگِ نظرزادی کی قومیامت کا منظر سامنے تھا۔

بید جو اسی اور خوف کی تاریکی میں اپنے اور بہگانے کی تمیز اٹھ رکھتی تھی۔ اندھی نواریں دمپھر سے تیرے نہضائیں کونڈر ہے تھے۔

کی طرف سے "دین" ادا کریں۔ لیکن ان کی غیرت اہلیت نے اس خون کی قیمت لینا کو ادا نہ کیا جو خدا کی راہ میں شارہ احمد کی اہمیت پر اپنے "ہنس اے الشیر کے رسول" مذکور ہے جو باشکے کا بھی ہوتی آزادیں کہا "مسلمانوں کی بھول، قابلِ رحم ہے، لائقِ سزا نہیں۔ پھر خدا کا بن، خدا کی راہ میں شہید ہوئے" دین کے اور قصاص کچھ نہیں۔ میں تو خون ہوں کہیرے پاپ کی پڑھی ٹپیاں خون شہادت میں نہایا، ہاں پہنچ گئیں جہاں جو اخمر دشمنوں کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔

— (۳۴)۔

حضرت سعید بن العاص موسیٰؑ نے اپنے ایک عاصی کا فر - وہ کفر پر ہی زندہ رہے اور کفر پر ہی ہلاک ہوئے۔ حضرت سعید نے خود میں ان کی لاش کو خاک و خون میں تپڑتا ہوا دیکھا جو کہ حضرت علیؑ کی تواریخ کاٹ ڈالا تھا۔ لیکن سعید نے یہ سی خیز مظہر کمال ضبط و سکون کے ساتھ دکھا۔ ان کے ہمراوں سے مزکوئی نہ کوئی نہ دھکری کراہ نکلی نہ کوئی ہیں عصیت و انتقام کے شعلے ہمڑ کے انہی نظر میں ان کے باب اُسی وقت مر جلکے تھے جب انہوں نے اسلام دایا مانشی پکار سے مدد مورث اور خدا سے بغاوت و انکار ہوتی کیا فراہم نہیں کی پسند کی تھی۔ اس نئے دن خود اپنے قاتل سمجھے۔ خود ہی ظالم تھے اور خود ہی ظالم بھی اے۔ حضرت علیؑ کی تواریخ نے ایک زندہ انسان ہیں، ایک انسان کی زندہ لاش کے مکاری کئے تھے۔ اس نے سعید کے نئے مکن بڑھا کر وہ اپنے باب کا حام کریں۔

حضرت علیؑ نے اپنے ماموں ماقص کو قتل کیا تھا ایک بخاری میں حضرت عمر بن ابی حضرت سعیدؓ کے دلوں بزرگ کیجا ہے اور بدرب کے اُن شرک مقتولین کا ذکر ہجڑ گیا جن کو ان کے مومی خریندوں نے موت کی سزا دی تھی۔

حضرت علیؑ نے حضرت سعیدؓ کی طرف مُخ کیا اور ایک مکن غلطی ہوتی رفع کرنے کی غرض سے کہا "میں بھی ایک ماقص کا قاتل ہوں۔" ملروہ میرے ماموں نے آنکے بائیوں ایسی سعید جھیوں نے صبر و رضا کی عظیم کیفیت میں پائے

اور کسی کوئی ہوش تھا کہ اس کی تواریخ سے کون کہہ کر جو کہ اسے کہا ہے۔ لیکن حیل ضمکو اس مفترضے پر ابھی خوزنہ نہ کیا شہادت کی اہمیت پر اپنے گھستچے لئے جا رہی تھی۔ آخر دہ اس سجنور میں جا پھنسے جہاں مسلمانوں کی تواریخ سے تھیری کے عالم میں مسلمانوں ہی بیوگر کہ زمین کو لائی زار بنا رہی تھیں۔ ان کے بیٹے حذیفہ نے پوڑھے باپ کو شہادت کے لئے بیت باش دوپتا ہوا دیکھا۔ پھر وہ مسلمانوں کی تواریخ سے تھیری کے نرم غمیں دھکائی دیتے۔ حذیفہ نے صحیح اتفاق "مسلمانوں باسے میرے باپ با

— اسے میرے باپ!!" لیکن یہ آواز صدا بھرا تاہم ہوئی اس سے پہلے کہ شہادت سوچ بچھے سکتے، حیل مسلمانوں کے اتفاقوں شہید ہو گئے تھے۔ شہادت کے پوڑھے متے اسے کوئی مونوں کے لاحدوں یا مام شہادت ملتا۔ کتنا بلند بھاوه شہید حس کو کافر کی تواریخ بھی نہ سکی!

ابد بکھانا یہ تھا اور حیل کے صاحبزادے حذیفہ پر اس حادث کا لیاں بعمل ہوتا ہے؟ مسلمانوں کی ٹرپ میں اور خدا در رسولؐ کے عرش میں جو پیر نافی ذوق شہادت سے جھوٹتا ہوا نکلا تھا اس کو خدا مسلمانوں کی تواریخ سے ہوتے کھاٹ اُمارا رہتا۔ یہ در دن اک عاطلی جتنی لرزہ خیز ہتھی یہ حادث اتنا ہی جاگہ از حادث تھا۔ تمام مسلمان اس حادث سے مبتلا تھے اور خدا اللہ کے رسولؐ کو شدید صدمہ تھا، لیکن حذیفہ پھیلک اس وقت انتقام و عصیت سے آگ بچوڑ ہونے کے بجائے خدا کے آگے اس طرح کہا کردا رہے تھے "میرے مولا امیں نے ان عاطلی کیتے والوں کو معاف کیا۔ تو بھی ان کو معاف کر دے۔ تیری رحمت ایسرے عقیدہ در لذت کی کوئی حد نہیں،" اے۔

یہ تھوڑہ لوگ جن کے صفت قلوب کو اللہ کی محبت سے منزدھی، و سمعت عطا کریتی تھی اور یہ تھے وہ نقوص مقدار جن کی جان شاریوں اور سرزو شہروں کی پیشی ہر ہی بھی کوئی آج تک کاٹ رہے ہیں۔ سرخوان اللہ علیحدہ جمیعنی عدل و انصاف کے پیکا اور درود عکساری۔ خطیم تر فخر حضرت محمد علیہ السلام نے چاہا کہ حنیفہ زادہ کو مسلمانوں

خا — العظمة اللہ۔ العظمة اللہ۔

سونج ڈھوینڈ تا بھر رہا ہے، چاند نلاش میں سرگردی اے،
آسمان کھوں لگا رہا ہے کہ مسلمان کماں گئے سر وہ امت
کہاں گئی جو حق کی طریق میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں الکر
سکرائی گئی۔ جس کے قدموں کی دھمکتے ہے سارا ٹپیر عرش
طاری ہوتا تھا اور جس کی نظریں بیر دیتا۔ یہ تکریز پا، حیر
کم تہمت دنیا میانع کا سامنے زیادہ پچھلی نہیں تھی۔ لیکن
ہم فخر سے سرا بھمار کر کر رہے ہیں۔

ہم ساخت کر دیں۔ ہم ساخت کر دیں!

عمرو بن العاص

اس صحابی رسول، فالج مصر، تواریخ اور بلندیاں
مدبر کی راستاں جات پر نوادا اللہ کے رسول نے مدعا سلام
کے خطاب سے نواز۔ یہ دیکھ پا شرائی کیز اور مستند۔ مجلد دوڑ پے

نبیس المبیس

علام ابن جوزی کی شہرہ آفاق کتاب اور دلباں میں
مسلمانوں کے ہر طبقہ اور جماعت کی کمزوریوں دربے اعلاءیوں
کی نشانی ہی۔ مذاہب کی تاریخ اور گمراہ فرقوں کے عقاید کا
بيان۔ قیمت مجلد کش روپے۔

عبد شبویؑ کے میدان جنگ

بد ر داحدا اور دور ر سالت کی دہمی جنگوں کے نام
محقق نہ عالات بلکہ فریاد نہیں بھی۔ اس کے تولف مشہور
استاذ قانون داکٹر محمد حمید اللہ ہیں۔ ڈیڑھ روپے۔

خطباتِ ماراں

سریت کے ضرع پر مولانا مسید سیمان ندوی کے مشہور
ترین خطبات جو اپنا جواب آپ ہیں۔ مجلد سائی ہتھیں روپے۔
مکتبہ بھلی دیوبند (لیوپی)

کافر باپ کی بیانات دیکھی گئی۔ جو اس وقت ہی مشرکین تو لوں
کی کہانی میں اسے باپ کا تھوڑ کریں کے ذرا بھی آنرہ نظر نہیں
آئی تھی۔ لیکن حضرت عزیزی اس افتکار پر جو بکٹ پڑے با۔
اس غلط فہمی کی صفائی کے معنی انہوں نے یہی شکلے کہ لوگوں
کو میری اسلام دوستی میں شکست۔ وہ سوچتے ہیں کہ میں پڑے
با۔ کو خاک دخون میں تڑپا ہوا بھگری جو حقیقت بھجوں گیا
خاک کی ریسے باپ کا نہیں خدا کے ایک باغی کا بخش خون تھا۔
یہ سوچتے ہو پڑے حضرت سید نے غیرت ایمانی سے تمثیلیا
ہوا گلگت جہڑہ اور پرانا ٹھایا اور خلوص کی دھکہ بھری آزاد میں
چاہب دیا۔ اے عمر! اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اپنے
کو نہ کافر کو مارا۔ ہذا کی فرم آپ حق پر تھے اور۔ میرے باپ
ہم پر!۔ کیا یہ اخلاق الگ وہ آپ پر ہاں ہوئے ہوتے ہیں؟
یہ تو اسے حق شنکر تمام مجلس پر گہرا سنا چاہیا۔ یہ اسی
بنی امیرتہ کے خاندان کا ایک فرسی عصیت پر ایمان کی صبر
کاری لگا رہا تھا جس سے متعلق خاندانی مخفی اور مل عصیت کے
شہمات ہوا کرتے تھے۔ مجھ لوگ سرچھکلتے ہوئے اس "وازا"
پر غور کر رہے تھے اور پھر لوگ خود حضرت سعید کو فرم عقیدت سے
ٹکنے رہ گئے! ارب ایک اس سین چہرے میں ان کے دل کی تحریر
پڑھ رہے تھے کہ۔ "میں مومن ہوں۔ اور مومن کی جان خون ہیں
ہمیں ایمان میں ہوئی ہے۔"

کیا اس تحریر کا کوئی دھندا لاس الفرش بھی ہمارے وجد
کے کسی بھی گوشے میں کسی کو ظلم رہا ہے؟ یہ زندگی کے کسی بھی
مور پر ہم نے اس حقیقت کا ثبوت دیا کہ ہم مومن ہیں اور مومن
کی جان خون میں نہیں ایمان میں ہوتی ہے۔ سوچ۔ آفاق
بے کرداری اور یا پرستی اور خدا افراموشی کی غلطیوں میں لھڑے
ہوئے مسلمانوں! اگر یہاں غیرت کی اگر کوئی دھمی باقی ہے تو اس میں
مٹھ دال کر سوچ کر میں کہاں ہو۔ اور تمہارے وہ اسلاف
کہاں تھے جبکوئی نہیں کے قدموں میں اپنے کاچوں اپنے دلوں
کے لکھئے اپنی پوری کائنات اس طرح چھا اور کر دی تھیں جیسے
یہ سب کچھ انھیں نہ لانے اور قریبان کر دینے یہی کے لئے مسلمانوں

بائیں صحت

خطہ کی گھنٹیاں

بیگم عظیم زمیری

بار بار نیز کام کھانا سی۔ کبھی کبھی حوارت، آئے ورنہ سرکاری بھاری این۔ سائنس کا پھولنا۔ روزمرہ اعضا مشکن۔ ہفتہ عشرہ میں دروسہ کا دورہ۔ تذلیل کے بعد پریس میں بوجہ گرفتی۔ بات بات پرچھا مانتے بخصر۔ طبیعت کا چڑھڑا این۔ نیند کی کی۔ ہر جز میں پھیلکا این اور ہر بات میں اپنے طفیل، یہ سب خطہ کی گھنٹیاں ہیں جو قدرت کی بجا تب سے محض اس غرض سے بجا تی جاتی ہیں کہ نکام ہوتی میں بوجہ بیان میدا لوگی اہیں ان کو دور کیا جائے تاکہ زندگی بوجہ بن لے بندہ جائے۔

نیکن جب ہم اپنی بجائی کے زغم میں یا اپنی لاپرداہی کے باعث ان گھنٹیوں پر کوئی دھیان نہیں دیتے۔ بدپرہیزی پر بدپرہیزی کرتے چلتے جاتے ہیں۔ کھانسی بوجہ ہے، سائنس کا تزویر ہے۔ بیشم ہے کہ غصت کاغذ آرہا ہے میکن سکریٹ یا بیٹری منہ سے نہیں بچ جوٹتی۔ پیٹ میں گرانی میں میکن کھانا ڈٹ کر کھایا جا رہا ہے۔ سر بھاری ہے، حوارت بھروسی ہے میکن بجائے آلام کرنے کے دلائل یا جسمانی عفت کی جا رہی ہے۔ چار پہنچنے کا یہ عالم ہے کہ وقت بے وقت جب چاہا ہوں میں جا پہنچے۔ پیاس پر پیاسی جل رہا ہے۔ خواہ حصہ میں حادث ہر ہے، قربت ہا ضم خراب ہو یا اعصاب کمزور پریس کوئی پردا نہیں۔ کھانا کھلنے کے قریباً جدراں کی بچوڑ دوڑ پیالیاں پیا جا رہی ہیں۔ رات دن کا مشاہدہ ہے کہ سائنس پھونکنے والا ہے اعصاب کمزور پریس پلے ہیں میکن کوٹھوکے میں کی طرح کار دباری کا نوں میں چھٹے ہوتے ہیں۔ کافی تقدیر اولیے لوگوں کی لئے غیب جھیں عاقیب سوارتے کی تکنہیں، تند رسنی کا خیال نہیں، رد پیہ جوڑنے کا خطہ ہے، دولتمند بینے کی خاطر کار دباریں اتنے مشغول کہ تن بدن کا ہوش نہیں، کھانا بھی وقت بے وقت حلقوں سے آتا رہا، تھکے ہارے اگر بات کو جلدی حبلداری کھانا کر لڑ رہے۔ نہ درزش کرنے والے کے پاس وقت ترجیل فدمی کرنے ماثم۔ آپ جانتے ہیں کہ جب ان خطہ کی گھنٹیوں کی پرواہیں کی جاتی اور صحت و تند رسنی کی طرف سے لاپرواہی برقراری جاتی ہے تو آہستہ آہستہ جنم اس کی قویں اور اعصاب سب کمزور پریس پلے جاتے ہیں اور جب وہ مدت گزر جاتی ہے کہ مرض آسافی سے درج کیا جا سکتا ہو تو پھر دصیج تندایہ کام دینی ہیں اور نہ متساب دوا، زندگی بوجھل اور جیزین بن کر رہ جاتی ہے۔ انسان جیتا ہے میکن مردوں سے بدتر بوجکر۔

ہر سچدار انسان کا یہ فرض ہے کہ دو اپنی صحت کا حدد رجہ خال رکھے۔ جتنی کوشش وہ معاشری سرگرمیوں میں کرتا ہے اتنی ہی کوشش صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ہو۔ اگر کمزوری ہو تو طاقت کے تمام غیر ضروری مصارف نہ لاؤ قاتوجہنا، کاتوجہنا قاتوجہنا، کاتوجہنا قاتوجہنا وغیرہ سب بن کر کے قوت کو صحت دجسم بنانے کے لئے کام میں لا یا جائے۔ بکثرت چھائے پینے والوں کو چھائے کر دو دھی۔ دھی۔ لکھن۔ چھا چھ۔ اتنا۔ یاداں کا استعمال بھی بفت رہنم کرتے رہیں تاکہ بدن میں کیمی کی ترکو۔ اگر آئے دن نزلیز کام کھانا کی شکایت ہوئی رہتی ہو، کبھی کبھی حوارت بوجایا کری ہو۔ قائم کے وقت بدن تو مٹے لگا ہو تو تمہیں پرہیز اختیار کیا جائے۔

غشائے کلام یہ ہے کہ امراض کو ان کے شباب پر پہنچنے سے قبل ہی زائل کرنے کی کوشش داشتمداران طرف سے اتنا ہائی مراحل میں لاپرواہی برستے کا مطلب ہے پیاری کی جڑوں کو خوب جنتے اور پھیلی کی جھٹی دیوبنیا۔

تہ مشو
۔ ہر خر
ے بجا قی

ی پر
یں یا
یکن
ل میں
نما پیدا
لگائے
لے گئی

اطم
مات کو
انتہی
ہستہ
سافی سے
انسان

رتا ہے
ذال تو نہ
لچا ہے
۔ اگر
کو تھیلی
والا وہی
کا اپنادی

موسم کی
تب دلی کے
دنوں میں

صانی

استعمال کیجیے

صانی آپ کو خون کی خرابی سے
پیدا ہونے والی بیماریوں سے بچائے گی
اور آپ کے نظام عصبی میں توازن
پیدا کر کے آپ کے جسم میں رہ خون
کی لہر دوڑا دے گی۔ معدہ کے فعل
کو درست کرے گی اور جسم کو چوت
اور شہر تیلا بنائے گی۔



لطف علمیہ

ترجمہ اردو

کتاب الذکیاء

وَهُدْيَمُحَدِّثٍ وَاعْظَمَاً
جس کے ہاتھ پر میں سزا نہیں دو
انصاری نے اسلام قبول کیا اور
ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں نے
توہنی۔ عینی علماء میں ابجوزی۔

آٹھ سوال پہلے
کی ایک غلظتی تاریخ جو کارت
فرستے ہوئے تاریخی حالات
و اتفاقات اور لطف اتفاق کیا ہے پر
سیشناں ہے، قابل دید ہے۔

مولفہ شہر و آفاق حدیث و فقیہہ ادب و خطیب علامہ ابن الجوزی بغدادی

اس کتاب کے صحفہ چھپی صدی ہجری کے طیلی العصر حدیث فقیہہ علامہ امام ابن الجوزی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جس کے بلند طیلی مقام اور تخریج و تفقہ سے
دینی علمی طبقہ بخوبی دانف ہیں آپ کے تعارف میں عام کو اتنا کافی ہو گا کہ آپ کے ہاتھ پر ہیں تہ بزرگ یہود و نصاری نے اسلام قبول کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ
آدمیوں نے توہنی۔ حدیث سے متعلق آپ کے حسن تعلق اور شفف کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جن قلوں سے آپ احادیث لکھتے تھے ان کے تراشے ہو گوڑا
رکھتے تھے۔ آپ نے صحت فرمائی کہ یہرے غسل سرت کا پانی انہی تراشوں سے گرم کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور تراشوں کا ایک ذخیرہ پھر یہی باقی رکھ گیا۔
ایسے عالی مقام صحفہ کی تصنیف جس قدر اعلیٰ درج ہو سکتی ہیں ظاہر ہے مختلف علوم میں آپ کی تین سو پالیس تحسیزیں ہیں جملات کی تعداد دو ہزار ہے۔

اس کتاب میں

سات شواہی قصص و لطفائف مذکور ہیں جس میں ہر ایک ذکاوت یا حاضر جواب یا حکمة رسی یا داشتہ مژاج یا ایسے کسی کارنامہ عقل و فراست کا ائمہ دا
ہے۔ یہ کتاب تین باب پر مشتمل ہے جن میں عقل و فراست کے خصائص و مناقب، ودیہم و ذکا و کی علامات کے علاوہ "المبار"، صحابہ، علماء و مشائخ، فقہاء
و ادیبا، عباد و زاد، روسار و خربا، عوام و خوب صرف سبھی و متعلق و پچھپ تصور ہیں۔ پادشاہوں، وزیروں، شیرینوں حتیٰ کہ چوپاں تک کہ کادت کے عمالات
دلپذیر اندازیں بیان کئے گئے ہیں۔ اصل کتاب عربی میں تھی اور عبارات نہایت دقیق تھیں۔ فاضل ستر جم حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب
استاذ اور الحکوم روپیہ نے بڑی محنت و جانشناختی سے اس اوقی کتاب کو نصف اردو لباس پہننا یا بلکہ بیت سعید اخضانے میں کے بات کو کھٹکے کے نے
عوامی حادثوں کی توضیح اور تاریخی و اتفاقات کی ضروری وضاحت کے علاوہ جہاں اختصار کے باعث مطلب سمجھنا مشکل تھا، ہاں عبارت بڑھا دی گئی جس
حکایتیوں میں کوئی خاص نکتہ فراچھا جو اتنا قویں ہیں اسکی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض افادت کے کسی پہلو کا ترشیح بیٹھ جو ڈرائیور حضرت مولانا
قاری محمد طیب صاحب تھم دیار الحکوم دیوبند نے اس کا پیش لفظ تحریر فرمایا ہے۔ ہم ناظرین سے اس کتاب کے مطالعہ کی پر زور اپنیں کرتے ہیں۔
ضخامت: چار سو اسی صفحات۔ قیمت: ۱۰ روپیہ صرف پانچ روپیے (RS. 10/-)

کتاب مجید یونیک

ہر قسم کی عربی فارسی اردو کتب نیز قاعدے پائے
قرآن مجید حاملین محری و مترجم ارزان میں کاپتے